لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

غیر عرب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

جنوری تا اپریل 2022ء

جلد# 34۔ شمارہ نمبر 1

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

النساء

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

مذہبی، علمی وادبی مجلّہ

جلد# 34۔ جنوری تا اپریل 2022ء۔ شمارہ نمبر 1

نگرانِ اعلیٰ

مکرم و محترم ملک لال خان صاحب

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیرِ نگرانی

مکرمہ و محترمہ امتہ السلام صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت

کشور چوہدری صاحبہ

مدیرہ اُردو

فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز

امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اردو کمپوزنگ اور تزئین وزیبائش

ناصرہ نسیم صاحبہ، سعدیہ عزیز صاحبہ، مسعودہ طارق صاحبہ، وجیہ عرفان صاحبہ، عشنہ امل صاحبہ، عاصمہ سلیم صاحبہ

پبلشر

جیمنگ گرافکس

عنوانات

کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماںؑ	1
اداریہ	2
خطبہ جمعہ	3
خطبہ حجۃ الوداع	12
صحابہ کرامؓ کا اعلیٰ وارفع مقام	14
غیر عرب صحابہؓ کا عزم واستقامت	16
سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	19
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	22
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	25
حضرت سُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خباط	28
حضرت صہیبؓ بن سنان رومی	29
اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ	32
صحابہ کرامؓ کی محبتِ رسول ﷺ	34
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آنحضرت ﷺ سے محبت	37
صحابیات کا رسول ﷺ سے وفا کا تعلق	39
آسمانی کتابوں سے متعلق معلوماتی صفحہ	41
قرارداد تعزیت بروفات مکرمہ امتہ الطیف خورشید صاحبہ	43
قرارداد تعزیت بروفات مکرمہ عطیہ شریف صاحبہ	44
ہماری والدہ	46
ذکرِ خیر محترم سُسر صاحب	49
متفرقات	51
صفحہ ناصرات	52

کلامِ الٰہی

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۴﴾

(سورہ الحجرات آیت 14)

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔ (سورہ الحجرات آیت 14)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫

(سورہ الفتح: آیت 30)

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

(سورہ الفتح: آیت 30)

کلامِ رسول ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔

(ابن ماجہ باب فضل اھل بدر صفحہ 15)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہنا نہ ان کے کسی اقدام پر تنقید کرنا۔ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرو تو بھی تمہیں اتنا ثواب واجر نہیں ملے گا جتنا اُنہیں ایک مُد یا اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے پر ملا تھا۔ (ابن ماجہ باب فضل اھل بدر صفحہ 15)

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قومِ عرب کے تمدّن اور اخلاق اور رُوحانیت کا کیا حال تھا۔ گھر گھر میں جنگ اور شراب نوشی اور زنا اور لُوٹ مار۔ غرض ہر ایک بدی موجود تھی۔ کوئی نسبت اور تعلق خدا کے ساتھ اور اخلاقِ فاضلہ کے ساتھ کسی کو حاصل نہ تھا ہر ایک فرعون بنا پھرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے جب اسلام میں داخل ہوئے تو ایسی محبتِ الٰہی اور وحدت کی روح اُن میں پیدا ہو گئی کہ ہر ایک خدا کی راہ میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ انہوں نے بیعت کی حقیقت کو ظاہر کر دیا اور اپنے عمل سے اس کا نمونہ دکھا دیا۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کس قدر وفاداری کا نمونہ دکھایا۔ جس کی نظیر نہ پہلے تھی نہ آگے دکھائی دیتی ہے لیکن خدا چاہے تو وہ پھر بھی ویسا ہی کر سکتا ہے۔ ان نمونوں سے دوسروں کے لئے فائدہ ہے۔ اس جماعت میں خدا تعالیٰ ایسے نمونے پیدا کر سکتا ہے"۔

(ملفوظات جلد 4 ایڈیشن 2010ء صفحہ 334-335)

اداریہ

خدائے ذوالعرش کے فرستادہ انبیاء علیہم السلام کو جن مددگاروں کا ساتھ عطا ہوا وہ نہایت سادہ لوح اور کمزور لوگ تھے لیکن اُن کمزور طبقہ اطاعت گزاروں نے کمال صبر اور ہمت کے ساتھ اپنے قدم جمائے رکھے اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کی جماعت میں شامل رہتے ہوئے، تمام مصائب و آلام کو بخوشی جھیلتے ہوئے آئندہ آنے والوں کے لئے بے مثال نمونے چھوڑے۔

گزشتہ انبیاء کے مصاحبوں میں کہیں اُن کے اقرباء ہم جماعت ہوئے اور کہیں حق کو پہچاننے والے لیکن اُن سب نے ہر ایک آزمائش کے وقت میں استقامت دکھائی۔ مگر ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں جن عظیم الشان صحابہؓ نے رہتی دُنیا تک ناقابل فراموش مثالیں قائم کیں اُن کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

یُوں تو صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے ہر ایک فرد کے ایثار و قربانی کے جذبہ کی داستان نہایت شاندار ہے۔ لیکن اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے غیر عرب صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ذکرِ خیر پیش ہے۔

غیر عرب صحابہؓ کی فہرست میں زیادہ تر وہ صحابہؓ شامل ہیں جو غلامی کے تکلیف دِہ بندھن میں بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے جب وہ اسلام لائے تو اُن کی زندگیاں پہلے سے کئی گُنا بڑھ کر دُشوار گزار ہو گئیں۔ ان پر ہونے والے ظلم و ستم کی ایک چھوٹی سے مثال بھی انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔ یہ شدید مظالم صرف مردوں ہی پر نہ تھے بلکہ کمزور عورتیں بھی ان سخت ترین مظالم کا شکار ہوئیں۔

آپ کے سامنے اس رسالے میں چند ایک صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا ہی مختصر ذکر موجود ہے۔ لیکن ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ قریباً چار سال سے مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرامؓ کا تفصیلی ذکرِ خیر فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم صحابۂ رسولؐ کے نقشِ پا سے فیض پانے والے ہوں اور اپنی زندگیوں کو اُن کے طریق پر ڈھالتے ہوئے اطاعت گزار اور قربانی کا پیکر وجود بن سکیں۔ آمین۔

مدیرہ اُردو

رسالہ النساء کے لئے اپنی تحریرات درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔ editorannisa@lajna.ca

خطبہ جمعہ

قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور تاریخی واقعات کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے ارفع مقام اور ان کے ایمان، اخلاص، وفا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ کے اعلیٰ درجہ کے معیاروں کا تذکرہ اور ان پاکیزہ روشن مثالوں کے حوالہ سے افرادِ جماعت کو ان نمونوں کو اپنانے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15 دسمبر 2017ء بمطابق 15 / فتح 1396 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿1﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴿2﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ ﴿3﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ ﴿4﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ ﴿5﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ﴿6﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿7﴾

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ (التوبۃ:100) اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے اولین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا ذکر ہے جو سبقت لے جانے والے ہیں جو روحانی مرتبہ میں سب سے اوپر ہیں اور اپنے ایمان کے معیاروں اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق اعمال بجالانے والوں میں باقی سب کو پیچھے چھوڑنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسروں کے لئے، بعد میں آنے والوں کے لئے اپنی مثالیں بطور نمونہ چھوڑ گئے تا کہ دوسرے ان کے نمونوں کی تقلید کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہؓ کو بعد میں آنے والوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ بنایا ہے اور اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کے معیار اور ان اعمال سے راضی ہوا جو وہ بجالاتے رہے اور انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں شامل رہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی ان نمونوں پر چلتے رہیں گے، ایمان، اخلاص، وفا اور اعمال صالحہ بجالاتے رہیں گے وہ خدا تعالیٰ کے انعامات کے حاصل کرنے والے بنتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے بلند مقام کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہوئے ان کی پیروی کو ہدایت پانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے صحابہؓ کے اختلاف کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے صحابہؓ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہیں۔ بعض بعض سے روشن تر ہیں لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے۔ پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہو گا۔ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہو گا۔)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جلد 11 صفحہ 162-163 کتاب المناقب باب مناقب الصحابہؓ حدیث 6018 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ ہر ایک ان میں سے ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ صحابہؓ کے مقام و مرتبہ اور اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے راضی ہونے کا ذکر فرماتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں وہ صدق دکھلایا ہے کہ انہیں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی آواز آگئی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جو صحابہؓ کو حاصل ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اس مقام کی خوبیاں اور کمالات الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتے''۔ (کیا خوبیاں اور کتنے کمالات ہیں اس کے؟۔ الفاظ ان کا احاطہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔) فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جانا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ یہ توکّل، تبتّل اور رضا و تسلیم کا اعلیٰ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کو کسی قسم کا شکوہ شکایت اپنے مولیٰ سے نہیں رہتی۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے راضی ہونا یہ موقوف ہے بندہ کے کمال صدق و وفاداری اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت اور کمال اطاعت پر''۔ فرمایا کہ ''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے معرفت اور سلوک کے تمام مدارج طے کر لئے تھے۔.....''

پھر اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''..... تم اپنے دل کو پاک کرو کہ مولیٰ کریم تم سے راضی ہو جاوے۔'' ہمیں نصیحت فرماتے ہیں ''اور تم اس سے راضی ہو جاؤ۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ سے کبھی کسی قسم کا شکوہ نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنے صدق، سچائی اور وفاداری کو بھی کمال تک پہنچانا ہے۔ اپنے پاکیزگی کے درجہ کو بھی اعلیٰ معیار تک پہنچانا ہے۔ طہارت کو بھی اعلیٰ معیار تک لے کر جانا ہے۔ اور اطاعت کے بھی اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ فرمایا کہ تم اس سے راضی اور مولیٰ کریم تم سے راضی ہو جائے۔ یہ باتیں ہوں گی تو مولیٰ کریم راضی ہو گا) ''اور تم اس سے راضی ہو جاؤ۔ پھر وہ تمہارے جسم میں تمہاری باتوں میں... برکت رکھ دے گا''۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 139-140۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر برکت حاصل ہوتی ہے۔ پس صحابہؓ ہمارے لئے نمونہ ہیں اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے۔ ان کے اگر آپس کے اختلافات کہیں نظر بھی آتے ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں قابل تقلید اور روشن ستارے کا نام ہی دیا ہے۔ اور روشن ستارہ ہی بتایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر اپنے صحابہؓ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے کام لینا۔ انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا تو وہ دراصل میری محبت کی وجہ سے کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جو شخص ان کو دکھ دے گا اس نے مجھ کو دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ تعالیٰ کو دکھ دیا اور جس نے اللہ کو دکھ دیا اور ناراض کیا تو ظاہر ہے کہ وہ اللہ کی گرفت میں ہے''۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب فیمن سبّ اصحاب النبی ﷺ حدیث 3862)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہنا''۔ ہمارے مسلمانوں میں جو مختلف فرقے ہیں خاص طور پہ شیعہ یہ جب ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں تو صحابہؓ کے بارے میں بہت زیادہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ ''برا بھلا مت کہنا۔ ان کے کسی اقدام پر تنقید نہ کرنا۔ خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرو تو بھی تمہیں اتنا ثواب و اجر نہیں ملے گا جتنا انہیں ایک مُد یا اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے پر ملا تھا۔''

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3673)

پس یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہے اور ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو ان کے پیچھے ہم نے چلنا ہے۔ کجا یہ کہ

کسی کے خلاف کوئی بات کی جائے یا کسی کے بارے میں بھی ذہن میں خیال آئے اور کسی کے مرتبہ کو ہم اپنے بنائے ہوئے معیار کے مطابق پرکھنے کی کوشش کریں تو یہ غلط طریقہ ہے۔

ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کے مقام و مرتبہ کا مزید ادراک دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''انصافاً دیکھا جاوے کہ ہمارے ہادیٔ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جانثاریاں کیں۔ جلا وطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ جانیں دیں۔ لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع اُن کے دل میں پڑ چکی تھی۔ اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے۔ آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفّر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی''۔ فرماتے ہیں کہ ''یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا ہے اور اُن میں جو باہمی الفت و محبت تھی اس کا نقشہ (قرآن کریم میں) دو فقروں میں بیان فرمایا ہے۔ **وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ** (الانفال:64)۔ یعنی جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی، خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''اَب ایک اَور جماعت مسیح موعود کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے''۔ فرماتے ہیں ''کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا۔ ایک دفعہ جب راہِ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کُل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''رئیس مکّہ ہو اور کمبل پوش''۔ (حضرت ابو بکر کا مقام کہ مکّہ کے رئیس تھے۔ مسلمان ہو گئے تو کمبل پوش ہو گئے) ''غربا کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے لیکن ہمارے لئے تو اتنی سختی نہیں کیونکہ **يَضَعُ الْحَرْبَ** ہمارے لئے آیا ہے۔ یعنی مہدی کے وقت لڑائی نہیں ہو گی۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 42، 43۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر صحابہؓ کے طریق زندگی کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعّم پسند اور خورد و نوش کے دلدادہ تھے جو کفار پر غالب تھے؟'' (صرف آسانیاں چاہتے تھے۔ اس لئے کفار پر غالب آ گئے۔) فرمایا ''نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی اُن کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائم اللّیل اور صائم الدھر ہوں گے۔ اُن کی راتیں ذکر اور فکر میں گزرتی تھیں۔ اور ان کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ قرآن کریم کی ذیل کی آیۂ شریفہ اُن کے طریق زندگی کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھاتی ہے **وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ** (الانفال:61)۔ اور **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا** (آل عمران:201)۔ اور سرحد پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن اس تمہاری تیاری اور استعداد سے ڈرتے رہیں۔ اے مومنو! صبر اور مصابرت اور مرابطت کرو''۔ (صبر کرتے رہنا۔ صبر دکھاؤ اور صبر کرو۔) رباط کے معنی کیا ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ ''رباط ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو دشمن کی سرحد پر باندھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہؓ کو اعداء کے مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس رباط کے لفظ سے انہیں پُوری اور سچی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اُن کے سپرد دو کام تھے۔ ایک ظاہری دشمنوں کا مقابلہ اور دوسرا روحانی مقابلہ''۔ (روحانی مقابلے کے لئے بھی رباط کا حکم ہے۔ ہر وقت سچی تیاری کرتے رہو۔ فرمایا ''اور رباط لغت میں نفس اور انسانی دل کو بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ایک لطیف بات ہے کہ گھوڑے وہی کام کرتے ہیں جو سدھائے ہوئے اور تعلیم یافتہ ہوں''۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''آجکل گھوڑوں کی تعلیم و تربیت کا اسی انداز پر لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور اُسی طرح اُن کو سدھایا اور سکھایا جاتا ہے جس طرح بچوں کو سکولوں میں خاص

احتیاط اور اہتمام سے تعلیم دی جاتی ہے۔ اگر اُن کو تعلیم نہ دی جائے اور وہ سدھائے نہ جائیں تو وہ بالکل نکمّے ہوں۔ اور بجائے مفید ہونے کے خوفناک اور مُضر ثابت ہوں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 54، 55۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اسی طرح نفس کو بھی سدھارنے کی ضرورت ہے۔ اس کو بھی قابو کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کو بھی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ پس رباط اسی وقت ہو گا جب انسان، ایک مومن علمی اور عملی طور پر ترقی کی کوشش کرے اور اپنے نفس کو بھی لگام دیتا رہے۔

صحابہ کے کیسے نمونے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے نتیجہ میں ان میں پیدا ہوئے؟ اس کے بعض نمونے پیش کرتا ہوں۔ ایک تو ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس میں دیکھا کہ اپنے گھر کا کُل سامان دینی ضرورت کے وقت لے کر حاضر ہو گئے۔ آپ کے انکسار اور اللہ تعالیٰ کی خشیت کا ایک واقعہ اب سنیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ تکرار ہو گئی جو ناراضگی تک لمبی بحث ہو گئی۔ ان کی آوازیں اونچی ہو گئی ہوں گی۔ اس کے بعد جب بات ختم ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور معذرت کی کہ زیادہ تکرار میں آواز شاید کچھ زیادہ اونچی ہو گئی ہو گی۔ سخت الفاظ ہو گئے ہوں گے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا اور عرض کی کہ اس کی معافی کے لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ تھوڑی دیر بعد ہی حضرت عمرؓ کو بھی احساس ندامت ہوا۔ شرمندگی ہوئی۔ احساس ہوا کہ غلطی ہو گئی تھی اور وہ بھی حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے کہ ان سے معذرت کریں۔ وہاں دیکھا تو گھر میں نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ناراضگی سے سرخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ پہ بڑی ناراضگی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ غلطی میری تھی آپؐ عمرؓ کو معاف کر دیں۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3661) یہ تھا آپ کا انکسار اور اللہ تعالیٰ کا خوف اور پھر حضرت عمر بھی شرمندہ تھے اور پھر معافی مانگنے آئے تھے۔ دونوں طرف سے شرمندگی تھی۔ یہ وہ پاک معاشرہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا اور اس میں رہنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مورد بنے۔

حضرت عمرؓ کی عاجزی کے ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ حضرت ابو بکرؓ سے بہتر ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کی ایک رات اور ایک دن ہی عمر اور اس کی اولاد کی پوری زندگی سے بہتر ہے۔ فرمایا کیا مَیں تمہیں اس رات اور دن کا حال سناؤں؟ پوچھنے والے کے یہ کہنے پر کہ ہاں جی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی رات تو وہ تھی جب رات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کر کے جانا پڑا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ساتھ دیا اور ان کا دن وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب نماز اور زکوۃ سے منکر ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے میرے مشورے کے برخلاف جہاد کا عزم کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں کامیاب کر کے ثابت فرمایا کہ وہ حق پر تھے۔

(کنز العمال کتاب الفضائل باب فضائل الصحابہؓ فضل الصدیقؓ جلد 12 صفحہ 493-494 حدیث 35615 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور جلیل القدر صحابی حضرت عثمانؓ تھے جو خلیفہ ثالث بھی تھے۔ آپ کی صلہ رحمی اور آپ کی زندگی کی بہت ساری خصوصیات بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ اور دین کے لئے بہت قربانیاں کرنے والے بھی تھے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 378 عثمان بن عفانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

جب توسیع مسجد نبوی کا معاملہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارد گرد کے جتنے مکانات ہیں ان کو مسجد میں شامل کر لیا جائے۔ ظاہر ہے وہ مکانات

لوگوں سے خریدنے تھے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ نے آگے بڑھ کر یعنی فوری طور پر اپنے آپ کو پیش کیا کہ مَیں یہ خریدتا ہوں اور پندرہ ہزار درہم دے کر وہ جگہ خرید لی۔ مسلمانوں کو پانی کی دقّت کا سامنا ہوا۔ ایک یہودی کا کنواں تھا۔ وہاں سے پانی لینے میں دقّت تھی تو آپ نے یہودی سے منہ مانگی قیمت پر وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے پانی کا انتظام فرمایا۔ (سنن النسائی کتاب الاحباس باب وقف المساجد حدیث 3637-3638) یہ ان کی ہمدردئ خلق تھی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ امیر معاویہؓ نے کسی سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے کہا۔ اس نے کہا آپ سن لیں گے جو میں بیان کروں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بیان کرو۔ ظاہر ہے اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی مخالفت چلتی رہی۔ اس نے کہا کہ اگر ضرور سننا ہے تو سنیں کہ وہ بلند حوصلہ اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ فیصلہ کُن بات کہتے اور عدل سے فیصلہ کرتے۔ ان کی جانب سے علم کا چشمہ پھوٹتا اور ان کی حکمت ہر طرف سے ٹپکتی۔ دنیا اور اس کی رونقوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کی تنہائی سے اُنس رکھتے۔ یعنی بجائے دنیاداری میں ملوّث ہونے کے راتوں کی عبادت ان کی پسندیدہ چیزیں تھیں۔ کہنے لگا کہ وہ بہت رونے والے، لمبا غور کرنے والے تھے۔ وہ ہم میں ہماری طرح رہتے تھے۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔ کہتا ہے کہ خدا کی قَسم! ہم ان کے ساتھ محبت و قرب کے تعلق کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے بات کرنے سے رکتے تھے۔ کھل کے بات نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دیندار لوگوں کی عزت کرتے اور مساکین کو اپنے پاس جگہ دیتے۔ طاقتور کو اس کے باطل موقف میں طمع کا موقع نہ دیتے۔ اگر کوئی طاقتور ہے اور اس نے اگر جھوٹا موقف اختیار کیا ہے۔ اس میں لالچ ہے، لالچ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس کا موقع اس کو نہ دیتے۔ وہیں پکڑ لیتے۔ اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا۔ یہ حضرت علیؓ کی خصوصیات تھیں۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے بھی کہا کہ تم سچ کہتے ہو اور رو پڑے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 208-209 علی ابن ابی طالبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف تھے۔ مالی قربانی کرنے میں آپ کا بھی بڑا مقام تھا۔ بڑے مالدار تاجر تھے۔ دولت کی بڑی فراوانی تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کسی کی آواز سنی جو یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھ۔ جب دیکھا کہ وہ شخص کون ہے تو وہ عبدالرحمن بن عوف تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 388-389 عبدالرحمٰن بن عوفؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

ایک دفعہ ان کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو اس میں سات سو اونٹوں پر گندم آٹا اور دوسرا سامان لدا ہوا تھا۔ مدینہ میں اتنے بڑے قافلے کے چرچے ہو رہے تھے کہ اتنا بڑا قافلہ آیا ہے۔ یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک بھی پہنچی تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عبدالرحمنؓ جنتی ہیں۔ جب عبدالرحمنؓ کو یہ اطلاع ہوئی تو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کو گواہ کر کے سات سو اونٹوں کا یہ لدا ہوا قافلہ جو ہے، پورے سامان سے لدا ہوا، اونٹوں سمیت خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 378 عبدالرحمٰن بن عوف مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت عبدالرحمنؓ کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ایک دفعہ حضرت خالدؓ کی تکرار حضرت عبدالرحمنؓ سے ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خالد! میرے صحابہ کو کچھ نہ کہو۔ تم میں سے اگر کوئی اُحد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو عبدالرحمن بن عوفؓ کی اس صبح یا شام کو بھی نہیں پہنچ سکتا جو اس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر کے گزارے ہیں۔ (کنز العمال جلد 13 صفحہ 222-223 حدیث 36674 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

ایک صحابی سعد بن وقاصؓ تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے ایمان کا واقعہ یوں بیان ہوتا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری والدہ نے کہا کہ یہ تم نے کیا نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ تمہیں بہرحال یہ دین چھوڑنا پڑے گا ورنہ مَیں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ بھوک ہڑتال ہے یہاں تک کہ مر جاؤں گی۔ اور نتیجہ کیا ہو گا؟ لوگ تمہیں کہیں گے کہ ماں کا قتل کر دیا۔ تمہیں ماں کے قاتل کا طعنہ دیں گے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ماں ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا مگر وہ نہ مانی اور تین دن اور راتیں گزر گئیں انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ بھوک سے نڈھال تھیں۔ کہتے ہیں تب میں نے ان کو جا کر کہا کہ

خدا کی قسم! آپ کی ہزار جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلیں تو تب بھی میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ جب انہوں نے بیٹے کا یہ عزم دیکھا تو کھانا پینا شروع کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 234 سعد بن مالک القرشیؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ والدین کی باتیں مانو۔ ان کی خدمت کرو۔ لیکن جہاں دین کا معاملہ آئے، جہاں اللہ کا معاملہ آئے وہاں بہر حال تم نے اللہ کی بات سننی ہے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور پہرہ دینے کا بھی موقع ملا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ آئے تو بعض دنوں میں کچھ یا ان دنوں میں کچھ خراب حالات تھے۔ اس کی وجہ سے آپ رات آرام کی نیند سو نہ سکے۔ آپ نے فرمایا کئی راتیں اس طرح گزر گئیں۔ ایک رات آپ نے فرمایا کہ رات خدا کا کوئی بندہ پہرہ دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ خطرہ جو تھا وہ نہ ہو، اور میں تھوڑی دیر آرام کر لوں جو بھی آپ معمولی آرام کیا کرتے تھے۔ تو کہتی ہیں جب آپ یہ بات کر ہی رہے تھے تو اچانک ہتھیاروں کی آواز سنائی دی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا مَیں سعد ہوں۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی حفاظت کے بارے میں خطرہ پیدا ہوا اس لئے پہرہ دینے آیا ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ رات آرام سے سوئے اور انہیں دعائیں دیں۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فی فضل سعد بن ابی وقاص حدیث 6231)

ایک صحابی حضرت زبیر بن العوامؓ تھے۔ ان میں خشیتِ الٰہی بہت تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف بڑا تھا کہ میں کوئی ایسی غلط بات نہ کروں جس پہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جاؤں۔ آپ کے بیٹے نے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ دوسرے صحابہؓ کی طرح احادیث کثرت سے بیان نہیں کرتے۔ کہنے لگے کہ جب سے اسلام لایا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہا ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ سے ڈرتا ہوں۔ (ساتھ ساتھ رہا ہوں۔ بہت باتیں سنی ہیں۔ بہت حوالے ہیں میرے پاس۔ بہت روایات ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ سے ڈرتا ہوں) کہ جس نے میری طرف غلط بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس کو میں سمجھا نہ ہوں اور غلط نکل جائے اور اس وجہ سے میں بہت خوفزدہ ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ حدیث 107)

شجاعت اور مردانگی بھی آپ میں بہت زیادہ تھی۔ اتنی تھی کہ جب اسکندریہ کا محاصرہ لمبا ہو گیا تو آپ نے سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھنا چاہا۔ ساتھیوں نے کہا کہ قلعہ میں سخت طاعون پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے کہا کوئی فرق نہیں۔ ہم بھی طعن اور طاعون کے لئے ہی ہیں اور آپ نے بات نہیں مانی اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ بہت مالدار تھے جو مال آتا اس کا اکثر حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 57-58 ومن بنی اسد بن عبد العزی... ذکر وصیت زبیر وقضاء دینہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996)

پھر ایک صحابی کا ذکر ملتا ہے جن کا نام طلحہ بن عبید اللہؓ تھا۔ آپ بھی امیر آدمی تھے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنی جائیداد کا ایک حصہ سات لاکھ درہم میں حضرت عثمانؓ کو فروخت کیا اور سب مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 117 ومن بنی تیم بن مرہ... طلحہ بن عبیدؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996)

مہمان نوازی بھی ان کا ایک خاص وصف تھا۔ ایک دفعہ ایک قبیلہ کے تین مفلوک الحال افراد نے اسلام قبول کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا صحابہؓ میں سے کون ان کی کفالت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے بخوشی اس کی حامی بھر لی اور تینوں کو اپنے گھر لے گئے اور وہیں ٹھہرایا اور ان کی میزبانی کرتے رہے یہاں تک کہ مستقل گھر کا فرد بنا لیا۔ کہتے ہیں یہاں تک کہ موت نے انہیں آپ سے جدا کیا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 446 حدیث 1401 مسند طلحہ بن عبید اللہؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت طلحہؓ دوستی اور اخوّت کا رشتہ بھی خوب نبھانے والے تھے۔

حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کو جب غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے مقاطعہ کی سزا ہوئی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم

سے ان کی معافی کا اعلان فرمایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ دیوانہ وار دوڑتے ہوئے ان کے استقبال کو آگے بڑھے اور مصافحہ کر کے انہیں مبارکباد دی۔ حضرت کعبؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ حضرت طلحہؓ جیسا استقبال اور گرمجوشی کسی اَور نے نہیں دکھائی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالکؓ حدیث 4418)

ایک خوبی جو بیویوں سے تعلق رکھتی ہے، خاوندوں سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی آپ کی ایک اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت طلحہؓ ہنستے مسکراتے گھر واپس آتے۔ بڑے کام تھے۔ مصروف تھے۔ سب کچھ تھا۔ گھر آتے تو ایسی شکل بنا کر نہیں آتے تھے کہ گھر والے ڈر کر ایک طرف کونے میں لگ جائیں۔ ہنستے مسکراتے گھر واپس آتے اور خوش و خرّم باہر جاتے۔ گھر والوں کے ساتھ بھی نیک سلوک تھا۔ ہمیشہ خوش رہتے تھے۔ اور یہ نہیں کہ گھر میں اَور مُوڈ ہے اور باہر اَور ہے۔ کہتی ہیں کچھ طلب کرو تو بخل نہیں کرتے تھے۔ مانگو تو دے دیتے تھے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ مانگو تبھی ملنا ہے بلکہ جو ضروریات ہوتی تھیں خود دیکھتے بھی رہتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ میں کسی طرح گھر والوں کی ضروریات پوری کروں۔ چار بیویاں تھیں۔ چاروں بڑی خوش تھیں۔ کہتی ہیں نیکی کرو تو شکر گزار ہوتے تھے اور غلطی کرو تو معاف کر دیتے تھے۔

یہ وہ اصول ہیں جو گھروں کے سکون کا باعث بنتے ہیں جو میاں بیوی کے رشتوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ پس یہ بھی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔

(کنز العمال جلد 12 صفحہ 198-199 حدیث 36592 مسند طلحہ بن عبید اللہؓ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

ایک صحابی عبید اللہ بن مسعودؓ کی اطاعتِ خلافت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ آپ کو حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر فرمایا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ ان کی مدینہ میں بہت ضرورت ہے لیکن تمہاری خاطر میں قربانی کر کے انہیں تمہاری تربیت کے لئے بھیج رہا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 135-136 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996) تو یہ مقام تھا ان کا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی ان کے اس مقام کو قائم رکھا بلکہ کوفہ کا امیر مقرر کر دیا اور ساتھ قاضی اور بیت المال کا نظام بھی ان کے پاس تھا تو مسائل پیدا ہوئے۔ کوفہ والوں کی شرارتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ تو پھر بعض مصالح کی وجہ سے، حضرت عثمانؓ نے ان کو امارت سے ہٹا کر واپس مدینہ بلا لیا۔ تو کوفہ والوں نے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں اور یہیں رہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ خلیفہ وقت کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور مَیں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ ان کی نافرمانی کر کے فتنہ کا کوئی دروازہ کھولوں اور مدینہ واپس چلے گئے۔ ان کے بارے میں ایک راوی نے کہا کہ مَیں کئی صحابہؓ کی مجالس میں بیٹھا ہوں مگر عبد اللہ بن مسعودؓ کی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت کی اپنی شان تھی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 201 ذکر من اسمہ عبد اللہ، عبد اللہ بن مسعود الغفاری مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

ظاہری طور پر بھی آپ بڑے نفاست پسند تھے۔ دنیا سے بے رغبتی کے باوجود آپ کے ملازم، ایک خادم نے، غلام نے کہا کہ بہترین قسم کا سفید لباس پہنتے اور اعلیٰ خوشبو لگاتے۔ ان کے بارے میں حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ ان کی خوشبو ایسی اعلیٰ قسم کی ہوتی تھی کہ رات کے اندھیرے میں بھی خوشبو سے پتا چل جاتا تھا کہ عبد اللہ بن مسعود آ رہے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 83-84 و من حلفاء بنی زھرۃ ... ذکر ما اوصی بہ عبد اللہ بن مسعودؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996) پس دنیوی چیزوں کا استعمال بھی تھا لیکن دنیا سے رغبت نہیں تھی۔ پھر حضرت بلالؓ ہیں جو ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن ہمیشہ خدائے واحد کا نعرہ ہی لگایا۔ سخت پتھروں اور گرم ریت پر آپ کو گھسیٹا جاتا لیکن اس کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے اور اَحَدٌ اَحَدٌ ہی کہا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہی کہا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 124 من شھد بدراً۔ بلال بن رباحؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996)

پھر سعد بن معاذؓ جو انصاری تھے انہوں نے جنگ بدر والے دن انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی طرف سے جو توقع تھی اس پہ آپ پورا اترے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے اور

آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم برحق ہے اور ہم نے اس پر آپ سے پختہ عہد کئے کہ ہمیشہ آپ کی بات سن کر فوراً اطاعت کریں گے۔ پس اے خدا کے رسول! آپ کا جو ارادہ ہے اس کے مطابق آپ آگے بڑھیں۔ انشاء اللہ آپ ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے۔ اگر آپ سمندر میں کود جانے کے لئے ہمیں ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اور ہم دشمن سے مقابلہ کرنے سے گھبراتے نہیں۔ اور ہم ڈٹ کر مقابلہ کرنا خوب جانتے ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ پس آپ جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 421 باب غزوہ بدر الکبری، استیثاق الرسول اللہؐ... الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

پس یہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے عہد پورے کئے اور پھر اپنے نمونے قائم کئے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہوا۔ یہ چند صحابہؓ کے نمونے ہیں۔ تاریخ تو ان کے نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے قابل تقلید ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔ اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے۔ اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصّے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور اُن ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفّار کہتے تھے"۔ (یعنی جب ایمان لے آئے تو کفار کے ہر کام جو تھے چھوڑ دیئے۔ اور خالصۃً اسلامی تعلیم پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ "جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 157۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) جب ایسا زمانہ تھا تو اسلام ترقی بھی کرتا رہا۔

پھر ایک موقع پر آپ صحابہؓ کے فضائل بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نافذ ہوا تو جس قدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرا دی گئی اور کہتے ہیں اس قدر شراب بہی کہ نالیاں بہ نکلیں۔ اور پھر کسی سے ایسا فعلِ شنیع سرزد نہ ہوا"۔ (جب ایک دفعہ شراب سے توبہ کر لی تو پھر کبھی نہ پی) "اور وہ شراب کے پکّے دشمن ہو گئے۔ دیکھو یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الطاعت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفاداری، محبت اور ارادت اور جوش سے انہوں نے کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ اور حضرت مسیح آپ انجیل میں سست اعتقاد ان کا نام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بے وفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہو گئے۔ ایک نے گرفتار کرا دیا۔ دوسرے نے لعنت بھیج کر انکار کر دیا۔ مگر صحابہؓ ایسے ارادتمند اور جانثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا اور ہر صفت ایمان کی اُن میں پائی جاتی ہے۔ عابد، زاہد، سخی، بہادر اور وفادار یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔"

آپؑ فرماتے ہیں کہ "جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہؓ کو ابتدائے اسلام میں اٹھانی پڑیں ان کی نظیر بھی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔ اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اس پر ہوئی کہ ان کو وطن چھوڑنا پڑا اور نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی۔ اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفّار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابلِ سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے اُنہیں صحابہؓ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں۔ چنانچہ اس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدا کی عبادت کرتی تھی اور جس کی

تعداد بہت تھوڑی تھی جس کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا مخالفوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے میدانِ جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی جنگیں تھیں"۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 137-138۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک جگہ آپؑ نے مختصر فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے۔ جیسے کہ ایک برتن قلعی کرا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے ایسے ہی ان لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورت نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے گویا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:10) کے سچے مصداق تھے"۔ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 15۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) آپ فرماتے ہیں کہ "اگر انسان اسی طرح صاف ہو اور اپنے آپ کو قلعی دار برتن کی طرح منور کرے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کا کھانا اس میں ڈال دیا جاوے۔ لیکن اب کس قدر انسان ہیں جو ایسے ہیں اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کے مصداق ہیں"۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 15 مع حاشیہ۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اپنی اصلاح کریں اور اپنے برتنوں کو صاف کریں۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو اس زمانے میں مانا ہے تو پھر ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہیں۔ جن کی پہلی سنت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی پھر ان کے نمونے ہمیں آپؐ کے صحابہؓ نے دکھائے۔ تبھی ہم حقیقی مسلمان بھی بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ حجۃ الوداع

ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن

تصنیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ

نویں سال ہجری میں آپؐ نے مکہ کا حج فرمایا اور اُس دن آپؐ پر قرآن شریف کی یہ مشہور آیت نازل ہوئی کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (سورۃ المائدہ آیت 4)

یعنی آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیئے مکمل کر دیا ہے اور جتنے روحانی انعامات خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر نازل ہو سکتے ہیں وہ سب میں نے تمہاری اُمت کو بخش دیئے ہیں اور اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ تمہارا دین خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مبنی ہو۔

یہ آیت آپؐ نے مزدلفہ کے میدان میں جبکہ حج کے لیئے لوگ جمع ہوتے ہیں سب لوگوں کے سامنے بہ آوازِ بلند پڑھ کر سنائی۔ مزدلفہ سے لَوٹنے پر حج کے قواعد کے مطابق آپؐ منٰی میں ٹھہرے اور گیارھویں ذوالحجہ کو آنے والے تمام مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس کا مضمون یہ تھا۔

”اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سُنو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد کبھی بھی تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کروں گا۔ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے وراثت میں اُسکا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی وصیت ایسی جائز نہیں جو دوسرے وارث کے حق کو نقصان پہنچائے۔ جو بچہ جس کے گھر میں پیدا ہو وہ اُس کا سمجھا جائے گا اور اگر کوئی بدکاری کی بناء پر اُس بچے کا دعویٰ کرے گا تو وہ خود شرعی سزا کا مستحق ہو گا۔ جو شخص کسی کے باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یا کسی کو جھوٹے طور پر اپنا آقا قرار دیتا ہے خدا اور اُس کے فرشتوں اور بنی نوع انسان کی لعنت اُس پر ہے۔ اے لوگو! تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ عفت کی زندگی بسر کریں اور ایسی کمینگی کا طریق اختیار نہ کریں جس سے خاوندوں کی قوم میں بے عزتی ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم (جیسا کہ قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ باقاعدہ تحقیق اور عدالتی فیصلہ کے بعد ایسا کیا جا سکتا ہے) انہیں سزا دے سکتے ہو مگر اس میں بھی سختی نہ کرنا۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جو خاندان اور خاوند کی عزت کو بٹہ لگانے والی ہو تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔ اور یاد رکھو کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔ عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کر سکتی۔ تم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو ان کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم ان کو اپنے گھروں میں لائے تھے (پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا) اے لوگو! تمہارے ہاتھوں میں ابھی کچھ جنگی قیدی باقی ہیں۔ مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے

ہو اور ان کو وہی پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو کسی اور کے پاس فروخت کر دو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ان کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ **اے لوگو! جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں سنو اور اچھی طرح اس کو یاد رکھو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔** یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنے **دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔ تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔**

پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے آج کونسا مہینہ ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ علاقہ کونسا ہے؟؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ مقدس مہینہ ہے، یہ مقدس علاقہ ہے اور یہ حج کا دن ہے۔ ہر جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے، جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے، جس طرح یہ دن مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اُس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی جائز ہے جیسے کہ اس مہینے اور اس علاقہ اور اس دن کی ہتک کرنا۔ یہ حکم آج کے لئے نہیں، کل کے لئے نہیں بلکہ اُس دن تک کے لئے ہے کہ تم خدا سے جا کر ملو۔ پھر فرمایا۔ یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے جو لوگ آج مجھ سے سُن رہے ہیں اُن کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سُن رہے"۔ (بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع)

یہ مختصر خطبہ بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی بہتری اور ان کا امن کیسا مدِّ نظر تھا اور عورتوں اور کمزوروں کے حقوق کا آپؐ کو کیسا خیال تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کر رہے تھے کہ اب موت قریب آ رہی ہے شاید اللہ تعالیٰ آپؐ کو بتا چکا تھا کہ اب آپؐ کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ آپ نے نہ چاہا کہ وہ عورتیں جو انسانی پیدائش کے شروع سے مردوں کی غلام قرار دی جاتی تھیں ان کے حقوق کو محفوظ کرنے کا حکم دینے سے پہلے آپؐ اس دُنیا سے گزر جائیں۔

وہ بنی نوع انسان کا باہمی فرق اور امتیاز جو انسانوں میں سے بعض کو تو آسمان پر چڑھا دیتا تھا اور بعض کو تحت الثریٰ میں گرا دیتا تھا۔ جو قوموں اور مُلکوں کے درمیان اور لڑائی پیدا کرنے اور اس کو جاری رکھنے کا موجب ہوتا تھا آپؐ نے نہ چاہا کہ جب تک اس تفرقہ اور امتیاز کو مٹا نہ دیں اس دُنیا سے گزر جائیں۔ وہ ایک دوسرے کے حقوق پر چھاپے مارنا اور ایک دوسرے کی جان اور مال کو اپنے لئے جائز سمجھنا جو ہمیشہ ہی بد اخلاقی کے زمانہ میں انسان کی سب سے بڑی لعنت ہوتا ہے آپؐ نے نہ چاہا کہ جب تک اس روح کو کچل نہ دیں اور جب تک بنی نوع انسان کی جانوں اور ان کے مالوں کو وہی تقدس اور وہی حُرمت نہ بخش دیں جو خدا تعالیٰ کے مقدس مہینوں اور خدا تعالیٰ کے مقدس اور بابرکت مقاموں کو حاصل ہے آپؐ اس دُنیا سے گزر جائیں۔۔۔۔۔ کیا آدم سے لے کر آج تک کسی انسان نے بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کا ایسا جذبہ اور ایسا جوش دکھایا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص دوسرے کے برابر ہو جاتا ہے خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ اور ذلیل سمجھی جانے والی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ حریت اور مساوات کا جذبہ صرف اور صرف اسلام نے ہی دنیا میں قائم کیا ہے اور ایسے رنگ میں قائم کیا ہے کہ آج تک بھی دنیا کی دوسری قومیں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 345-348)

صحابہ کرامؓ کا اعلیٰ وارفع مقام

عطیۃ النور

حدیقہ احمد، بریڈفورڈ

خدا تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی صورت میں ایک ایسی عظیم الشان فوج سے نوازا جو ہر ایک اخلاقی جوہر سے مزیّن تھی۔ آپؐ کی اعلیٰ وارفع تعلیم وتربیت کے باعث وہ یقیناً انتہائی قیمتی موتیوں کی مانند ہوگئے جن کی اعلیٰ اقدار کی چمک سے آج بھی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ سونا آگ میں پگھلنے کے بعد ہی عمدگی سے تراشا جاتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ بھی انتہائی دُشوار گزار راہوں پر چلنے کے بعد ہی اُمتِ مسلمہ میں تادمِ آخر دائمی نشان بن کر نمودار ہوئے۔

لفظ صحابہ صحابی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ساتھی اور رفیق کے۔ ہم جانتے ہیں کہ شریعت کی اصطلاح میں صحابی اُسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا آپؐ کی پاک صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور اسی حالت میں وہ اس دُنیا سے رخصت ہو گیا ہو۔ صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسے مشرّف ہوئے اور آپؐ کی محبت سے اس قدر حصہ پایا کہ اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر اُسی رنگ میں ڈھال لیا نیز ہر ایک صحابیؓ نے دوسرے سے آگے بڑھنے کی بھرپور کوشش کی۔

صحابہ کرامؓ سے محبت وعقیدت کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نہیں ہو سکتی اور صحابہ کرامؓ کی پیروی کے بغیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا تصور محال ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جس انداز میں زندگی گزاری، وہ عین اسلام اور اتباع سنت ہے اور ان کے ایمان کے کمال وجمال، عقیدہ کی پختگی، اعمال کی صحت واچھائی اور صلاح وتقویٰ کی عمدگی کی سند خود رب العالمین نے انہیں عطا کی ہے اور مُعلّمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک قول سے اپنے جاں نثاروں کی تعریف وتوصیف اور ان کی پیروی کو ہدایت وسعادت قرار دیا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب تقویٰ وطہارت میں نہایت مزکّٰی ومصفّٰی تھے، اسی کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ (سورۃ الحجرات آیت 4)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے حضور اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی محبت واطاعت کی تصدیق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

’’ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ انہیں میرے بعد ہدف ملامت نہ بنالینا۔ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (جامع ترمذی جلد 2، صفحہ 226)

آیئے! ان جگمگاتے ستاروں میں سے چند ایک ستاروں کی کچھ جھلک دیکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی ابوعبیدۃ بن الجراحؓ تھے۔ ایک صحابی ہونے کی حیثیت سے یقیناً اُن کا ایک مقام تھا۔ بہت ساری خصوصیات کے حامل تھے۔ لیکن آپ کے امین ہونے کے بارے میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سند عطا کی ہے اس کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے کہ نجران کے وفد نے جب نجران والوں سے کسی کو خراج وصول کرنے کے لئے بھجوانے کے لئے کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تمہارے پاس ضرور ایسا شخص بھیجوں گا یعنی ایک ایسا امین جو سراسر امین ہو گا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پھر گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ دیکھیں کون ہے وہ شخص جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعزاز بخش رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو عبیدۃ کھڑے ہو جائیں اور حضرت ابو عبیدۃ کو وہاں بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصۃ اہل نجران حدیث 4380)

ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک اُمّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اے میری اُمّت ہمارے امین عبیدۃ بن الجراح ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی عبیدۃ بن الجراحؓ حدیث 3744)

کتنا بڑا اعزاز ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نوازا۔

پھر غزوۂ اُحد میں آپ کے ایک ایسے واقعہ کا ذکر ملتا ہے جس نے آپ کو ایک عظیم مرتبہ عطا کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی مُصعبؓ بن عمیر تھے۔ ان کی والدہ بڑی مالدار تھیں۔ بڑے امیر لوگ تھے۔ بڑے ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ بڑا اعلیٰ لباس پہنا کرتے تھے۔ بڑے خوبصورت جوان تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 62 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ حضرت مُصعب کو آسائش کے زمانہ میں بھی مَیں نے دیکھا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد بھی دیکھا ہے۔ آپ نے راہ مولیٰ میں بڑے دکھ برداشت کئے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہی نوجوان جو بڑے ناز و نعم میں پلا بڑھا تھا اس کی سختیوں کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ جسم سے جلد اس طرح اترتی تھی جس طرح سانپ کی کینچلی اترتی ہے (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 388 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جان لو کہ سارے کے سارے صحابہؓ رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء اور جوارح کی طرح تھے اور نوع انسان کے فخر تھے۔ خدائے رحمان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان میں سے بعض آنکھوں جیسے تھے۔ بعض کانوں کی طرح اور بعض ان میں سے ہاتھوں کی مانند اور بعض پاؤں کی طرح تھے۔ ان صحابہؓ نے جو بھی کام کئے یا جو بھی سعی فرمائی وہ سب کچھ ان اعضاء کی مناسبت سے صادر ہوئے اور ان کی غرض اس سے محض ربِّ کائنات ربّ العالمین کی رضا جوئی تھی۔ (سرّ الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 341)

اللہ تعالیٰ ان روشن ستاروں کے نمونوں پر چلتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا بنائے اور ہمارا بھی ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا جُوئی کے لئے ہو۔ آمین۔

غیر عرب صحابہ رضی اللہ عنہم کا عزم و استقامت

ٹیم اشاعت احمدیہ ابوڈ آف پیس

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں۔ لیکن چند غیر عرب صحابہؓ جنہیں غلامی کی صعوبتوں کے ساتھ ساتھ مسلمان ہونے پر بھی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اُن کے عزم و ہمت کی داستانیں لازوال ہیں۔ اُن کے نام تاریخِ اسلام میں روشن ستاروں کی طرح ہمیشہ کے لئے روشن ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام لانے میں سبقت لے جانے والے اشخاص چار ہیں۔ أَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ۔ یعنی مَیں عربوں میں سے سبقت لے جانے والا ہوں۔ سَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ۔ سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور بِلَالٌ سَابِقُ الْحَبَشَةِ۔ بلال اہلِ حبشہ میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ اور صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء لامام الذھبی جلد 01 صفحہ 349، "بلال بن رباح" مؤسسہ الرسالۃ 2014)

ان عظیم الشان صحابہؓ میں سے تمام کا ذکر اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں اس لئے یہاں صرف چند صحابہؓ کی عظمت کے بعض واقعات پیش ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ

"حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا اور فرمایا: تیرا برا حال ہو، کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ خدا ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا یقین کیوں نہیں آیا اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا!۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو، کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ محمد اللہ کا رسول ہے؟ کہنے لگا ابھی اس کے متعلق یقین نہیں ہوا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو کہا کمبخت! بیعت کر لو۔ اس وقت تیری اور تیری قوم کی جان بچتی ہے۔ کہنے لگا اچھا۔ کر لیتا ہوں۔ وہاں تو اس نے یونہی بیعت کر لی۔ ان کے کہنے پر بیعت کر لی۔ کوئی دل سے بیعت نہیں تھی لیکن بعد میں جا کر سچا مسلمان ہو گیا۔ خیر بیعت کر لی تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اب مانگ اپنی قوم کے لیے ورنہ تیری قوم ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائے گی۔

مہاجرین کا دل اس وقت ڈر رہا تھا۔ وہ تو مکہ کے رہنے والے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ کی عزت ختم ہوئی تو پھر مکہ کی عزت باقی نہیں رہے گی۔ وہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بڑے بڑے مظالم برداشت کیے تھے۔ پھر بھی وہ دعائیں کرتے تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔ لیکن انصار ان کے مقابلے میں بڑے جوش میں تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مانگو۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا آپ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپ کا رشتہ دار ہوں۔ بھائی ہوں۔ میرا بھی کوئی اعزاز ہونا چاہیے۔ میں مسلمان ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اور مکہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ! میرا گھر ہے کتنا اور اس میں کتنے آدمی آ سکتے ہیں؟ اتنا بڑا شہر ہے، اس کا میرے گھر میں کہاں ٹھکانہ ہو

سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ بچ رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو ہتھیار پھینک دے گا اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! گلیوں والے جو ہیں وہ تو بیچارے مارے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا لاؤ۔ ایک جھنڈا بلالؓ کا تیار کرو۔ اَبِی رُوَیحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تھا تو اَبِی رُوَیحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلال کا بھائی بنایا تھا۔ شاید اس وقت بلالؓ تھے نہیں یا کوئی اَور مصلحت تھی۔ بہر حال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور اَبِی رُوَیحَہ کو دیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا اس کو نجات دی جائے گی۔ ابوسفیان کہنے لگا بس اب کافی ہو گیا اب مکہ بچ جائے گا۔ کہنے لگا اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جا۔ اب سردار خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا، خبر پہنچنے یا نہ پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ابوسفیان گھبرایا ہوا مکہ میں داخل ہوا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔ لوگو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ لوگو! خانہ کعبہ میں چلے جاؤ۔ بلالؓ کا جھنڈا کھڑا ہوا ہے اس کے نیچے کھڑے ہو جانا۔ اتنے میں لوگوں نے دروازے بند کرنے شروع کر دیے۔ بعض نے خانہ کعبہ میں گھسنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ہتھیار باہر لا لا کر پھینکنے شروع کیے۔ اتنے میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور لوگ بلال کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابو بکرؓ تھے مگر ابو بکر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علی کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپؓ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہو گا لیکن عبدالرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول لیا کرتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤساء اور چوٹی کے آدمی موجود تھے۔ خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا، خود بڑا نامور انسان تھا، موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اَور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جب حملہ ہونے لگا تھا تو ابو بکرؓ دیکھ رہا تھا کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اس کے بھائی بند ہیں اور اس نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا وہ اپنے بھائیوں کو ماریں گے؟ وہ ظلموں کو بھول چکا تھا اور جانتا تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ عمرؓ بھی کہتے تو یہی تھے کہ یا رسول اللہؐ! ان کافروں کو مار یے مگر پھر بھی جب آپؐ ان کو معاف کرنے پر آئے تو وہ اپنے دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہمارے بھائی بخشے گئے۔ عثمانؓ اور علیؓ بھی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی بخشے

گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ سختیاں کر لیں تو کیا ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو معاف کرتے وقت یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان میں میرے چچا بھی تھے، بھائی بھی تھے۔ ان میں میرے داماد، عزیز اور رشتہ دار بھی تھے۔ اگر میں نے ان کو معاف کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ میرے اپنے رشتے دار بچ گئے۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جس کی مکہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا اور اس کی بے کسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابو بکرؓ پہ ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہوا۔"

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 268 تا 273)

حضرت صہیب سنان رومیؓ

حضرت صہیب رومیؓ اگرچہ غریب الوطن تھے اور اس سرزمین کفر میں ان کا کوئی حامی و معاون نہ تھا، تاہم غیرت ایمان نے چھپ کر رہنا پسند نہ کیا، انہوں نے ابتداء ہی میں اپنے تبدیل مذہب کا حال ظاہر کر دیا اور راہِ خدا میں گوناگوں مصائب و مظالم برداشت کیے؛ لیکن استقامت صبر اور تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث:162)

عمر بن الحکم کہتے ہیں کہ "حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت ابوفکیہؓ پر اتنا ظلم کیا جاتا تھا کہ ان کی زبان سے وہ باتیں جاری ہو جاتی تھیں جن کو وہ حق نہیں سمجھتے تھے" (لیکن دشمن ظلم کر کے ان کے منہ سے وہ باتیں نکلوا لیتے تھے)۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1990ء)

آپ رضیَ اللہ عنہ کا شمار ان کمزور مسلمانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے کفّارِ مکّہ کی طرف سے ملنے والی اذیتوں اور تکالیف کو برداشت کیا، کفارِ مکّہ آپ کو اس قدر اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ آپ رضیَ اللہ عنہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔ (سیرتِ مصطفیٰ، صفحہ 119)

حضرت صہیبؓ کا مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں بھی بہت بڑا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنا جنازہ حضرت صہیبؓ سے پڑھوانے کی وصیت فرمائی تھی اور جب تک اگلا خلیفہ منتخب نہ ہو نمازوں کی امامت بھی یہی کرواتے رہے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 423 عبید اللہ بن عمرؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

یہ تھے وہ چند واقعات جو ان صحابہؓ کے حوالے سے خاکسار نے اُن کی قربانی اور اُسکے اجر کے سلسلہ میں بیان کیئے۔ متعدد غیر عرب صحابہ کرامؓ نے اسلام کے آغاز میں نہایت صبر آزما نمونہ دکھایا جس کی آج تک کوئی مثال نہیں ملتی۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ان صحابہؓ کی سیرت سے فیض یاب ہو سکیں۔ آمین۔

سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نمودِ سحر — پیس ویلج سنٹر ایسٹ

حضرت بلالؓ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے قدموں کی چاپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں سنی، جب وہ اذان دیتے تو ان کی زبان مبارک سے اسھد ان لا الہ الا اللہ سن کر اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا تھا اور جن کو حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی سیّدنا بلال کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ کا تعلق حبشہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام رباح تھا اور ان کی والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں غلام تھے اور حضرت بلالؓ مکہ کے رئیس امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ آپ اہل حبشہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال سَابِقُ الْحَبَشَۃ ہیں۔ یعنی اہل حبشہ میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 175 ''بلال بن رباح''، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017) (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 18 ستمبر 2020)

حضرت بلالؓ السابقون الاولون میں سے تھے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اعلان اس وقت کیا جب ابھی صرف سات آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق ملی تھی۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 18 ستمبر 2020) الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 176 ''بلال بن رباح''، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

یعنی حضرت بلالؓ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بالکل شروع میں ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ آپ چونکہ ایک غلام تھے اسی لیے جب آپ کے ایمان لانے کی خبر آپ کے مالک امیہ بن خلف کو ہوئی تو آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور اس قدر تکالیف دی گئیں کہ آج بھی ان کو سن کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن ان تمام تکالیف کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں بالکل لغزش نہ آئی۔ اس جرم کی پاداش میں امیہ نے سیدنا حضرت بلالؓ حبشی پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرانا شروع کر دیئے حرہ کی یہ زمین اپنی گرمی کی وجہ سے مشہور تھی جو دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ہو جاتی تھی امیہ حضرت بلال کو تانبے کی زمین پر لٹاتا اور آپ کے سینے پر بھاری پتھر رکھتا آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیتا آپ کے بدن کی چربی پگھل پگھل کر انگارے بجھا دیا کرتی تھی مگر آپ کی زبان مبارک سے احد احد کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا امیہ آپ کو کہتا اب بھی تو محمدؐ کے خدا سے باز آ جا لیکن اسلام اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے سینے سے دنیا کی کوئی بھی سخت سے سخت سزا ختم نہیں کر سکتی تھی۔ آخر کار ایک دن حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو اُمیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت بلالؓ ایمان لائے تو حضرت بلالؓ کو ان کے مالکوں نے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ان پر سنگریزے اور گائے کی کھال ڈال دی اور کہنے لگے تمہارا رب لات اور عُزّیٰ ہے مگر آپؓ اَحد اَحد ہی کہتے تھے۔ ان کے مالکوں کے پاس حضرت ابو بکرؓ آئے اور کہا کہ کب تک تم اس شخص کو تکلیف دیتے رہو گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو سات اوقیہ میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یعنی دو سو اسّی درہم میں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں نے اسے آزاد کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 175 ''بلال بن رباح'' دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء) (لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور) (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 18 ستمبر 2020)

حضرت بلالؓ کو اسلام میں سب سے پہلا مؤذن ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ان کے لیے سفر و حضر میں مؤذن رہے اور آپ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اذان دی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 416 ''بلال بن رباح'' دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2016ء) (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۸ ستمبر ۲۰۲۰)

اسی شرف کو بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

”ابھی تک نماز کے لیے اعلان یا اذان وغیرہ کا انتظام نہیں تھا۔ صحابہؓ عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کے لیے جمع ہو جاتے تھے لیکن یہ صورت کوئی قابل اطمینان نہیں تھی۔ اب مسجد نبویؐ کے تیار ہو جانے پر یہ سوال زیادہ محسوس طور پر پیدا ہوا کہ کس طرح مسلمانوں کو وقت پر جمع کیا جاوے۔ کسی صحابی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس کی رائے دی۔ کسی نے یہود کی مثال میں بُوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جاوے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد جب نماز کا وقت آتا تھا بلالؓ بلند آواز سے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے بلکہ اگر نماز کے علاوہ بھی کسی غرض کے لیے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو یہی نِدا دی جاتی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی عبداللہ بن زَید انصاریؓ کو خواب میں موجودہ اذان کے الفاظ سکھائے گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو اذان کے طریق پر یہ یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبداللہؓ کو حکم دیا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھا دیں۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جب بلالؓ نے الفاظ میں پہلی دفعہ اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے اذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔ الغرض اس طرح موجودہ اذان کا طریق جاری ہو گیا اور جو طریق اس طرح جاری ہوا وہ ایسا مبارک اور دلکش ہے کہ کوئی دوسرا طریق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گویا ہر روز پانچ وقت اسلامی دنیا کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ہر مسجد سے خدا کی توحید اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کی آواز بلند ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ نہایت خوبصورت اور جامع الفاظ میں لوگوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 271-272)

جنت میں قدموں کی چاپ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کے قدموں کی چاپ جنت میں سنی۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال مجھے بتاؤ جو سب سے زیادہ امید والا عمل تم نے اسلام میں کیا ہو کیونکہ مَیں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اپنے نزدیک تو مَیں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اَور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی مَیں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو مَیں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے جتنی بھی میرے لیے پڑھنا مقدر تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب فضل الطہور باللیل والنہار حدیث 1149)

حضرت بلالؓ کا جنت میں مقام

حضرت بلالؓ کا جنت میں کیا مقام ہو گا اس کے متعلق حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کیا ہی اچھا انسان ہے۔ وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے۔ اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ذکر بلال بن رباح، حدیث: 5244 جلد 03 صفحہ 322، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت بلالؓ کی اہلیہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

ہمارے پیارے آقا و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے حوالے سے ایک مرتبہ ان کی اہلیہ کو نصیحت فرمائی۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کی اہلیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ فرمایا کیا بلالؓ یہاں ہیں؟ مَیں نے جواب دیا کہ گھر نہیں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تم بلالؓ سے ناراض ہو۔ مَیں نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی بیوی کو فرمایا کہ بلالؓ مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہو گی اور بلالؓ تم سے غلط بات نہیں کرے گا۔ پس تم بلالؓ پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہو گا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 10 صفحہ 356، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا جھنڈا

فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو ایک سعادت

عطا فرمائی اور حضرت بلالؓ کو ایک جھنڈا عطا فرمایا اور مکہ میں یہ اعلان کروایا کہ جو شخص بھی حضرت بلالؓ کے جھنڈا کے نیچے آجائے گا اسے امان حاصل ہو گی۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

''مکہ میں جو تکالیف ہوتی تھیں ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ''مگر جانتے ہو جب مکہ فتح ہوا تو وہ بلالؓ حبشی غلام جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے افسر ناچا کرتے تھے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عزت دی؟ اور کس طرح اس کا کفار سے انتقام لیا؟ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر دیا کہ اے مکہ کے سردارو! اگر اب تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آکر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا وہ بلالؓ جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آجاؤ حالانکہ بلالؓ غلام تھا اور وہ چوہدری تھے۔''

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 164)

حضرت بلالؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عاشق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے۔ ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں اے بلالؓ! یہ کیسی سنگ دلی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔ حضرت بلالؓ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے، شام میں ہوتے تھے اور سوار ہو کر مدینے کی طرف چل دیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے اور تڑپنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آگئے۔ حضرت بلالؓ نے انہیں بوسہ دیا اور انہیں گلے لگایا تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں تو آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب حضرت بلالؓ نے أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ کے الفاظ کہے تو راوی کہتے ہیں کہ مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ کہے تو اَور زیادہ جنبش ہوئی۔ لوگوں میں ایک دم بیداری پیدا ہوئی۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ کہے تو عورتیں اپنے کمروں سے باہر آگئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں نہیں دیکھی گئی تھیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 417 ''بلال بن رباح'' دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ستمبر 2020ء میں حضرت بلالؓ کے حالات زندگی بیان فرما کر فرمایا کہ

''یہ تھے ہمارے سیدنا بلالؓ جنہوں نے اپنے آقا و مطاعؐ سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کیے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، ہمارے لیے پاک نمونہ ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اپنے اس غلام سے محبت و شفقت کی وہ داستانیں ہیں جن کی نظیر ہمیں دنیا میں کہیں اَور نظر نہیں آسکتی اور یہی وہ چیز ہے جو آج بھی محبت اور پیار کی فضاؤں کو پیدا کر سکتی ہے، بھائی چارے کو پیدا کر سکتی ہے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔ پس آج بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشقِ رسولِ عربیؐ کے ان نمونوں پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔'' آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم حقیقی رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کو مان کر صحابہ کرامؓ سے ملنے والے ہوں۔ آمین۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ساجدہ ثریا— پیس ویلج سنٹر ایسٹ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا بھر میں سچا دینی علم رکھنے والے بزرگ اپنے اپنے انبیاء کی پیش گوئیوں کی روشنی میں عرب میں ایک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا بشدت انتظار کر رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک خوش نصیب انسان تھے جنہوں نے حقیقت میں اس عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا آپؓ مذہبی جوش اور بے پناہ جذبہ رکھنے والے ایک بزرگ نوجوان تھے۔ جنہوں نے محض دین کی خاطر اپنے گھر بار، رشتہ داروں اور وطن کو خیر آباد کہا اور نبی وقت کی تلاش میں قربانیاں دینا خوشی خوشی منظور کیا حتیٰ کہ اپنی آزادی تک سلب کروالی۔

مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ خدا نے نہ صرف آپ کی غلامی کی زنجیروں کو بھی پاش پاش کیا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی جزا دیتے ہوئے نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بیت جیسی خاص قربت بھی بخشی اور سورہ جمعہ کی پیش گوئی کے مطابق دوسری بعثت کے مصداق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ربط نصیب کر دیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ ایران میں اصفہان کے نزدیک ایک بستی جس کا نام جیی تھا کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد وہاں کے ایک معروف جاگیر دار تھے۔ ان کے خاندان کا آبائی مذہب آتش پرستی تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ اپنی مذہبی عبادات میں بھرپور حصہ لیا کرتے تھے۔ انہیں ”قطن النار“ یعنی آگ کے نگران کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ یعنی اپنے آتش کدے میں ہمیشہ آگ روشن رکھنے کا ذمہ دار تھے۔ لیکن انہیں ایک اچھے مذہب اور طریق عبادت کی جستجو تھی۔ اور آگ کی عبادت ان کے دل کو بھاتی نہیں تھی۔

ایک موقعہ پر جب انہوں نے چند عیسائی لوگوں کو ایک گرجا میں عبادت کرتے دیکھا تو انکا طریقہ عبادت بہت اچھا لگا۔ ان لوگوں سے آپ نے ان کے مذہب کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل کر لیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب انہیوں نے مذہب تبدیل کرنے کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ جس کا انہوں نے گھر میں برملا اظہار بھی کرنا شروع کر دیا۔ جس پر آن کے باپ نے ان پر سختی شروع کر دی۔ اور گھر میں قید کر دیا۔ اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

آپ نے ان عیسائی بزرگوں کو کسی طرح پیغام بھجوایا کہ جب بھی شام کی طرف کوئی قافلہ جانے والا ہو تو انہیں ضرور بتایا جائے تا کہ وہ سچے مذہب کے مرکز تک پہنچ سکیں۔ چنانچہ جب انہیں اطلاع ملی کہ ایک قافلہ شام کی طرف روانہ ہونے والا ہے تو انہوں نے اپنے پاؤں سے بیڑیاں اتاریں اور چھپتے چھپاتے شام جانے والے تاجروں کے قافلے کے ساتھ ہو لئے۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد وہ شام پہنچے۔ پھر لوگوں سے پوچھنے پر ایک پادری سے ملے جس نے ان کی روداد سن کر اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اس پادری کی حرکات دیکھ کر ان کا دل اس سے متنفر ہو گیا۔ اس پادری کے مرنے کے بعد دوسرے پادری کے

پاس جو اس کے بعد آیا رہنے لگے۔ وہ پادری نیک آدمی تھا جب وہ مرنے لگا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے اس کو اپنا مدعا بتایا تو اسنے موصل میں ایک بزرگ کا پتہ بتایا۔ تو آپ نے موصل کا سفر اختیار کیا۔ اور اس بزرگ سے ملے۔ لیکن شائد ابھی ان کی منزل دور تھی۔ اس لئے اسی طرح ایک بزرگ سے دوسرے اور پھر تیسرے کا پتہ پوچھتے پوچھتے موصل کے بعد نصیبین اور پھر عموریہ میں ایک بزرگ کے پاس رہے۔ بالآخر جب عموریہ کے بزرگ کا آخری وقت آن پہنچا تو آپ نے کسی صالح مرد کا ان سے پتہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اب اس دین کی سچی تعلیم پر کاربند کوئی شخص میرے علم میں تو نہیں ہے ہاں سرزمین عرب میں نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے۔ جو اپنی بعثت کے ایک ایسے مقام کی طرف ہجرت کرے گا۔ جہاں کھجوریں بڑی کثرت سے ہونگی۔ اس کی تین علامتیں یاد رکھنا اور اس سے اسے پہچان لینا۔

ا۔ پہلی یہ کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا۔

2۔ دوسری یہ کہ وہ تحفہ قبول کرے گا۔ اور

3۔ تیسری یہ کہ اس کے کندھوں کے درمیان مہر کی طرح کا نشان ہو گا۔

یہ ان کی زندگی کا ایک اہم موڑ تھا۔ کیونکہ ان بزرگ کے ذریعہ ان کو ایک عظیم الشان نبی کے آنے کی اطلاع ملی تھی۔ اب وہ جلد از جلد عرب پہنچنے کی تمنا کرنے لگے۔ آخر ان کو قبیلہ کلب کا ایک تاجروں کا قافلہ مل گیا جو عرب جارہا تھا یہ قافلہ ان کو ان کی بھیڑ بکریوں کے عوض ساتھ لے جانے کے لئے رضامند ہو گیا۔ اور عرب لے جا کر ایک یہودی کے ہاں فروخت کر دیا۔ اس طرح آپ ایک آزاد شخص (جو ایک جاگیر دار اور معزز گھرانے کا فرزند تھے) کی جگہ ایک غلام بن گئے۔۔ اس یہودی نے اپنے ایک چچازاد بھائی جو یثرب کا رہنے والا تھا کے ہاتھ آپ کو بیچ دیا۔ یہ وہی دور تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دعویٰ نبوت فرما چکے تھے۔ اور آپ کی شدید مخالفت کی جارہی تھی۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرت سلمان فارسیؓ ایک دن ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ رہے تھے اور آپ کا مالک نیچے بیٹھا کام کی نگرانی کر رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور انصار کے قبائل کو برا بھلا کہتے ہوئے آپ کے آقا کو بتانے لگا کہ وہ سب لوگ قباء میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو خود کو خدا کا نبی کہتا ہے۔ اور آج ہی مکہ سے یہاں پہنچا ہے۔ جب آپ نے یہ سنا تو خوشی سے دیوانہ ہو گئے۔ آپ نے دل میں سوچا کہ جس نے اسی ایک لمحہ کے لئے پوری زندگی صرف کر دی تھی اب وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نبی تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ آپ وہاں کیسے پہنچے آپ ہی کی زبانی سنئے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

''مجھے اچانک اپنی منزل دکھائی دینے لگی۔ میری زندگی کا ایک ہی مقصد تھا۔ کہ کسی طرح نبی عربی کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھوں اور پتہ چلاؤں کہ آیا آپ وہی نبی ہیں جن کی خبر میرے بزرگوں نے مجھے دی تھی۔ چنانچہ جوں ہی رات ہوئی کھانے کی کوئی چیز لے کر قباء میں حضور کی قیام گاہ پر پہنچا۔ اور کھانا پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں اور قباء میں مقیم ہیں اور آپ کے کچھ غریب اور حاجت مند ساتھی بھی ہیں لہٰذا میں صدقہ کے طور پر یہ کھانا لے کر حاضر ہوا ہوں اگر آپ قبول کر لیں تو مجھے خوشی ہو گی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپؐ صدقہ کھاتے ہیں یا نہیں۔ پھر یہ دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ آپ نے یہ کھانا اپنے اصحاب کو کو دے دیا اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔ لیکن ابھی دوسری علامت ذہن میں تھی اسلئے اگلی مرتبہ کچھ کھجوریں ایک تھال میں سجا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں نے دیکھا ہے آپ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے آپ کے لئے یہ تحفہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ از راہ کرم اسے قبول فرمائیں۔ یہ سن کر آپؐ نے تحفہ قبول کیا خود بھی اس میں سے کھایا اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس میں شامل کیا۔''

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ”حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لائے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک صحابی حضرت کلثوم بن الہدمؓ الناصری وفات پا گئے آپ کے جنازے اور تدفین میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ میں بھی وہاں پہنچا اور آپ کے نزدیک ہو کر آپ کی چادروں میں سے وہ نشان تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ (یہ کہ اس کے کندھوں کے درمیان مہر کی طرح کا نشان ہو گا)۔ پھر ایک لمحہ کے لئے وہ چادر سرکی اور میں نے وہ نشان دیکھ لیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بے تحاشہ رونے لگ گیا اور آپ کو تمام تر کہانی سنا دی۔ آپ نے خاموشی سے میرے تمام واقعات سنے۔ مَیں رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔ میں اپنے یہودی آقا سے تین سو کھجوروں کے درختوں کا باغ لگانے کے عوض مکاتبت کر کے آزاد ہو گیا۔ اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں قربان جاؤں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے جب یہ ارشاد فرمایا

سلمان منا اہل البیت سلمان ہمارا ہے اور اسے اہل بیت میں شمار کیا جائے“

حضرت سلمان فارسیؓ وہ عظیم شخص تھے جنہوں نے محض خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے ان راہوں کو چنا جو بہت مشکل اور کٹھن تھیں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر وہ سچے دین اور نبی صادق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ راستے کی کسی مشکل نے ان کے عزم اور حوصلے کو کم نہ کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سچے جذبے کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے آپ کو اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ سورۃ جمعہ کی تفسیر کرتے ہوئے آپ کے کندھے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر یہ عظیم پیشگوئی فرمائی

اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی جا پہنچا تو اس (سلمان فارسیؓ) کی قوم کا ایک فرد اس کو واپس لے آئے گا

اور جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں پوری ہوئی جو فارسی الاصل تھے اور آپ کا خاندان ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا تھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپ اہلِ فارس میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور آپ کی نیکی، علم اور تقویٰ کی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء حضرت سلمانؓ سے بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔

آپ کی وفات 35 ہجری مدائن میں ہی ہوئی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدائن میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار اب بھی وہاں موجود ہے اور اس علاقے کو سلمان پاک کہتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(ماخوذ از تصنیف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عطیہ خان
مالٹن

نام وحسب ونسب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سلمان فارسیؓ ملک ایران کے شہر اصفہان کی ایک بستی حبّی کے رہنے والے تھے۔ اسلام سے پہلے ایران کے مجوسی اورآگ پرست مذہب سے تعلق تھا۔نیک فطرت اورپاک طینت تھے۔ تلاش حق کی جستجو میں کئی ملکوں کا سفر کیا۔ کئی راہبوں اور عیسائی راہنماؤں کی صحبت میں رہے۔ بعض یہودی مالکوں کے پاس غلام کی حیثیت سے رہے۔ بالآخر راہ حق کے لئے طویل جدوجہد آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لے آئی۔ آخر مدینہ پہنچ کر تحقیق حق کے بعد آپؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے جب ان کے حسب ونسب کے بارے میں پوچھا جاتا تو جواب دیتے کہ ''میں اسلام کا بیٹا سلمان ہوں'' اوراس میں کیا شک ہے کہ وہ خدا اوراس کے دین کی خاطر اپنے وطن اورآباؤاجداد کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اسلام کے کامل فرمانبردار بن گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنَّااَھْلَ الْبَیْتِ کہ سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے،'' اصحاب رسولؐ انہیں ''سلمان الخیر'' کے لقب سے یاد کرتے تھے گویاان کا وجود خیر و بھلائی کا مجسمہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور شفقت:

اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو آپ کے یہودی آقا سے خرید لیا۔ اپنی غلامی سے آزادی کے ضمن میں حضرت سلمانؓ فارسی ایک روایت میں بیان فرماتے ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی غزوہ سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ آپؐ نے پوچھا سلمان فارسی کس حال میں ہے؟ جس نے آزادی کے لئے معاہدہ کیا تھا۔ مجھے بلایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! یہ سونا لو اوراپنے اوپر جو قرض باقی ہے ادا کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ذمہ قرض کے مقابل پر اس کی کیا حیثیت ہے یہ تو بہت کم ہے۔ آپؐ نے وہ سونا ہاتھ میں لے کر زبان سے اس پر کچھ تبرک عطا کیا اور فرمایا کہ اب یہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تمھاری ادائیگی کے سامان فرمادے گا۔ چنانچہ وہ سونا لے کر میں نے وزن کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے۔ وہ پورا چالیس اوقیہ نکلا۔ میں نے اپنا سارا قرض ادا کر دیا اورآزاد ہو گیا۔ اس کے بعد پہلا غزوہ جس میں حضور کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ غزوہ خندق تھا۔ پھر اس کے بعد تو کسی بھی غزوہ میں کبھی آپؐ سے پیچھے نہیں رہا۔

(مسند احمد جلد 5 صفحہ 439-444 واسد الغابہ جلد 2 صفحہ 328-330 مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 336-343)

غزوہ خندق میں شرکت:

کفار مکّہ نے غزوہ احد سے واپسی پر پھر اگلے برس مسلمانوں سے جنگ کرنے کا اعلان کیا۔ مدینہ کے یہودیوں اور عرب کے تمام قبائل سے لشکر اکٹھے کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ جنگ کے لئے روانگی سے قبل رسول کریمؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ اس وقت غلامی سے آزاد ہو کر پہلی دفعہ کسی جنگ میں شامل ہو رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ایران میں جب ہمیں محصور ہو جانے کا خطرہ ہو تو ہم اپنے گرد خندق کھود کر دفاع کرتے ہیں۔ آپؐ کی یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے لیے خود نشان لگائے۔ ہر دس افراد کے لئے چالیس ہاتھ جگہ کھدائی کے لئے مقرر فرمائی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کافی مضبوط اور توانا جسم کے مالک تھے۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ کھدائی میں شامل ہوں۔ انصار نے کہا ہم سے زیادہ حق ان پر کسی کا نہیں اور یہ ہم میں سے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

ایک عرب شاعر نے حضرت سلمانؓ کی یہ فضیلت یوں بیان کی ہے۔

لَقَدْ رَقٰی سَلْمَانُ بَعْدَ رَقِّہٖ مَنْزِلَۃً شَامِخَۃُ الْبُنْیَانِ

وَکَیْفَ لَا وَالْمُصْطَفٰی قَدْ عَدَّہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہِ الْعَظِیْمِ الشَّانِ

یعنی حضرت سلمانؓ اپنی غلامی سے آزاد ہو کر ایک نہایت بلند مقام اور مرتبہ پر فائز ہوئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے انہیں عظیم الشان اہل بیت میں شمار فرمایا۔(مستدرک جلد 3 صفحہ 598 دلائل البیہقی جلد 3 صفحہ 389)

حضرت سلمانؓ کا تَفَقُّہٌ فِی الدِّیْن

حضرت سلمانؓ فارسی کے اسلام لانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات ابو درداءؓ سے قائم فرمائی۔ جب ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی نے بُرا حال بنا رکھا ہے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگیں کہ تمہارے بھائی کی دنیا سے بے رغبتی نے اس حال پر پہنچایا ہے۔ وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے اس دینی بھائی کو اعتدال پر لانے کی تجویز کی۔ ابو درداءؓ نے جب اپنے اس مہمان بھائی کو کھانا پیش کیا تو حضرت سلمانؓ نے انہیں بھی ساتھ شامل ہونے کو کہا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ نفلی روزے سے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ میں بھی کھانا نہ کھاؤں گا جب تک آپ افطار نہ کر لیں۔ بے شک آپ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار کر لیں۔ حضرت ابو درداءؓ عبادت کے لیے کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمانؓ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا آپ رات کا ایک حصہ سوئیں اور پھر نماز پڑھیں۔ ان صحابی رسول نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ سلمان ٹھیک کہتے ہیں۔ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ دوست اور مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ پس ہر حقدار کو اس کا حق دو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمانؓ تم سے زیادہ سمجھدار اور دین کی گہرائی سے واقف ہے۔(اصابہ جُز 4 صفحہ 113)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ سیکھا اور یاد رکھا۔ ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت سے خشک ٹہنی توڑی اور اسے جھاڑا تو اس کے پتے گر گئے اور کہنے لگے کہ تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ پوچھا تو کہنے لگے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ میرے لئے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا کہ مسلمان بندہ جب اچھی طرح وضو کر کے پانچ نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ان خشک پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ (سورہ ھود آیت 115)

یعنی دن کے اطراف اور رات کے اوقات میں نماز قائم کرو۔ یقیناً نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

حضرت سلمانؓ عملی زندگی میں سنتِ رسولؐ کی خوب پابندی کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا تو آپ نے جو گھر میں تھا پیش کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تکلف سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آپ کے لئے ضرور تکلف سے اہتمام کرتے۔(مسند احمد جلد 5 صفحہ 441)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حضرت سلمانؓ سے مجلس فرماتے تھے اور بعض دفعہ تو لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وقت بس انہی کا ہو کر رہ گیا۔

زہد و تقویٰ، خشیت الٰہی:

حضرت سلمانؓ نہایت محنتی انسان تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے رزق حاصل کرنا پسند کرتے تھے۔ آپؓ کھجور کی شاخوں سے چٹائیاں بنا کر روزی کماتے رہے۔ پانچ ہزار درہم کی رقم وظیفہ یا گزارہ کے طور پر حاصل ہوتی تھی وہ سب غرباء اور مساکین میں خرچ کر دیتے تھے۔

آپؓ کی بیماری میں حضرت سعدؓ عیادت کے لئے آئے تو رونے لگے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں۔ روتے کیوں ہیں؟ کہنے لگے کہ میں دنیا کے شوق یا آخرت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں روتا مگر رسول کریمؐ ۔۔۔ سے جو عہد بیعت باندھا تھا ڈرتا ہوں کہ اس میں کوئی زیادتی نہ کر لی ہو۔ آپؓ نے فرمایا تھا ایک

شخص کے لئے ایک سوار کی زادِ راہ کے برابر کافی ہے۔

آخری زمانہ میں حضرت سلمانؓ عراق آکر آباد ہوگئے جبکہ آپؓ کے دینی بھائی ابودرداءؓ شام میں تھے۔ حضرت ابودرداءؓ نے انہیں لکھا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے مال بھی عطا کیا اور اولاد بھی دی۔ میں ارضِ مقدسہ میں مقیم ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے جواباً تحریر کیا کہ جہاں تک آپ نے مال کا ذکر کیا ہے تو یاد رکھیں کہ خیر و برکت کثرت مال سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تمہیں فائدہ دے۔ جہاں تک آپ نے ارض مقدسہ میں آباد ہونے کا لکھا ہے تو محض کوئی زمین کسی کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ پس اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق اعمال کرتے جاؤ اور اپنے آپ کو ہمیشہ مُردوں میں سے سمجھو۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 331)

حضرت عمرؓ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا اور یہیں آپ کی شادی بنو کندہ قبیلہ کی ایک معزز خاتون بقیرہ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں تین بیٹیاں تھیں۔ آپ کی وفات 35 ہجری میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مدائن میں ہوئی۔ آپ کا مزار اب بھی وہاں موجود ہے اور اس علاقے کو "سلمان پاک" کہتے ہیں۔

احمدی بچیوں کے نام

امتہ الباسط۔۔۔۔ ہملٹن نارتھ

تم مجاہد بنو تم سپاہی بنو

یہ قدم نہ رکیں آگے بڑھتی رہو

تم تو لجنہ اماءاللہ کی شمشیر ہو

سارے عہدوں کی مضبوط زنجیر ہو

تم نہ اپناؤ مغرب کے انداز کو

یاد رکھو خلیفہ کی آواز کو

حضرت سُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خباط

ان تمام ممبرات نے اس عنوان پر مضمون تحریر کیا۔
امتہ المتین رفیق، کیلگری نارتھ ویسٹ۔ انیلہ علی، ونڈسر۔ مریم صدیقہ خان، ہملٹن۔ دُرِّعدن سہیل، برمپٹن ایسٹ

حضرت سُمیہ رضی اللہ تعالی عنہ بنت خباط کا شمار نہایت بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے ان کے والد خباط کا صرف نام معلوم ہے یہ کب اور کیسے مکہ پہنچے ان سوالوں کا جواب نہیں ہے۔ ایّام جاہلیت میں مکہ کے ایک قبیلہ بنو مخدوم کے رئیس ابو حذیفہ بن المغیرہ کی آپؓ کنیزہ تھیں۔ ان کی شادی حضرت یاسرؓ بن عامر سے ہوئی ان کے تین بیٹے تھے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت عبداللہؓ اور حریث۔ حضرت عمارؓ اور حضرت عبداللہؓ تو اسلام لائے مگر حریث کو اسلام سے پہلے ہی کسی نے قتل کر دیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو اس خاندان نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور جو بھی اسلام قبول کر لیتا تو وہ مشرکین مکہ کے غضب کا نشانہ بنتا۔

حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ دونوں ضعیف تھے۔ حضرت یاسرؓ یمن سے آئے تھے اور حضرت سمیہؓ ابھی تک بنو مخزوم کی غلامی میں تھیں۔ ان مظلوموں کو لوہے کی زنجیریں پہنا کر مکہ کی تپتی ریت پر لٹانا، ان کی پیٹھ پر گرم کوئلے رکھنا، پانی میں غوطے دینا، کفار کا معمول تھا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سمیہؓ اور ان کے خاندان کے پاس سے گزرے جن پر سخت ظلم ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اے آل یاسر تمہیں خوشخبری ہو تمہارا ٹھکانا جنت ہو گا"

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یاسرؓ اور سمیہؓ اور ان کے بیٹوں کو مصیبت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا

"صبر کرو، الٰہی آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی"

ایک دن حضرت سمیہؓ دن بھر کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد گھر آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اس قدر تیز ہوا کہ ان کو برچھی مار کر شہید کر دیا پھر تیر مار کر ان کے بیٹے عبداللہؓ کو شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمارؓ رہ گئے تو وہ روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ کا واقعہ سنایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

اے اللہ آل یاسر کو دوزخ سے بچا۔

حضرت سمیہؓ کی شہادت بعثت کے چھٹے سال واقع میں ہوئی۔ عورتوں میں آپ کو سب سے پہلے شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت سمیہؓ کا قاتل ابو جہل دو ہجری میں غزوہ بدر میں قتل ہو کر جہنم وصل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سمیہؓ کی یاد آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو بلایا اور فرمایا:

"اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا"۔

مسلمان خواتین کی تاریخ میں حضرت سمیہؓ جیسی کوئی خاتون نہ تھیں۔ جتنا صبر انہوں نے کیا اور صبر کو اپنی عادت بنالیا۔ ظلم و ستم میں اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان خدا کی راہ میں دے دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اپنے عہد وفا نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جن کتب سے استفادہ کیا گیا

دور نبوت کی برگزیدہ خواتین صفحہ نمبر 449 - 453

تذکار صحابیات صفحہ 171 - 173

ازواج مطہرات و صحابیات انسائیکلوپیڈیا صفحہ 394-396

شائع کردہ لجنہ اماء اللہ

حضرت صہیبؓ بن سنان رومی

منزہ ولی سنوری
حلقہ مسجد مبارک، بریمپٹن

حضرت صہیبؓ کے بارے میں محمد بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد سنان بن مالک ایلہ میں کسریٰ کے گورنر تھے۔ نہر فرات کے کنارے والی پٹی پر جزیرہ اور موصل کے مقام پر آپ کا خاندان آباد تھا۔ روم نے اس علاقے پر حملہ کیا تو حضرت صہیبؓ قیدی ہوئے، اُس وقت آپ چھوٹے بچے تھے۔ ان کے چچا نے یہ اشعار کہے

اَنْشُدُ بِاللّٰہِ الْغُلَامَ النَّمَرِیْ دَجَّ بِہِ الرُّوْمَ وَاَھْلِی بِالنَّبِیْ

روای کہتے ہیں: اس شعر میں لفظ ''نبی'' ایک علاقے کا نام ہے جہاں ان کے اہل و عیال رہتے تھے۔ صہیبؓ نے روم میں پرورش پائی، رومیوں سے کلب نے ان کو خریدا اور مکہ میں لے آئے۔ یہاں پر کلب سے عبد اللہ بن جدعان تیمی نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، پھر حضرت صہیبؓ انہی کے ہمراہ مکہ میں رہے۔ جب عبد اللہ بن جدعان کی وفات ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوّت فرمایا۔

(المستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ 442)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت صُہَیب کا نام عُمیرہ تھا، رومیوں نے صُہَیب نام رکھ دیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 169)

حضرت صُہَیب کا رنگ نہایت سرخ تھا۔ قد نہ لمبا تھا اور نہ ہی چھوٹا اور سر پر گھنے بال تھے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 41 صُہَیب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ''ایک غلام صُہَیب تھے جو روم سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔ یہ عبد اللہ بن جُدعان کے غلام تھے جنہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کے لیے انہوں نے کئی قسم کی تکالیف اٹھائیں۔'' (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 443)

عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن ابی عبیدہ نے اپنے والد کا یہ بیان سنایا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں: صہیب بن سنانؓ کے ساتھ میری ملاقات دارِ ارقم کے دروازے پر ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم ہی میں موجود تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ کیا ارادہ لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: تم کیا ارادہ لے کر آئے ہو؟ مَیں نے کہا: میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کی گفتگو سننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ ہم دونوں آپؐ کے پاس گئے، آپؐ نے ہمیں قبول اسلام کی دعوت دی، ہم نے اسلام قبول کر لیا وہ سارا دن ہم وہیں پر رہے اور شام کے وقت چھپتے چھپاتے وہاں سے نکلے۔ (المستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ 443)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ پر شریعت اتری تھی اور ابو بکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صُہَیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل سلمان وابی ذر و مقداد، حدیث نمبر 150)

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صُہَیبؓ ان مومنین میں سے تھے جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور جنہیں مکے میں اللہ کی راہ میں اذیّت دی جاتی تھی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 171 صُہَیب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2017ء) تکلیفوں سے ان کو بھی بہت زیادہ گزرنا پڑا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کو اتنی تکلیف دی جاتی کہ انہیں معلوم نہ

ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت صُہَیبؓ، حضرت ابو فَاکِہؓ، حضرت عامر بن فُہَیرہؓ اور دیگر اصحاب کی تھی۔ ان اصحاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰہَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (النحل:111) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 34 صُہَیب بن سنان، دارالفکر بیروت 2001ء)

پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ فتنہ میں مبتلا کیے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ایک روایت کے مطابق مدینے کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے جو سب سے آخر پر آئے وہ حضرت علیؓ اور حضرت صُہَیب بن سنانؓ تھے۔ یہ نصف ربیع الاوّل کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قُبَا میں قیام پذیر تھے ابھی مدینہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 172 صُہَیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہَیبؓ جب ہجرتِ مدینہ کے لیے نکلے تو مشرکین کے ایک گروہ نے آپؓ کا تعاقب کیا تو اپنی سواری سے اترے اور ترکش میں جو کچھ تھا وہ نکال لیا اور کہا اے قریش کے گروہ! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ماہر تیر اندازوں میں سے ہوں۔ اللہ کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ جتنے تیر میرے پاس ہیں وہ سب تمہیں مار نہ لوں۔ پھر مَیں اپنی تلوار سے تمہیں ماروں گا یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہے۔ لہٰذا تم لوگ جو چاہو کرو اگر میرا مال چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ میرا مال کہاں ہے اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 171-172 صُہَیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہَیب مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ قبا میں تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یعنی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ اس وقت ان سب کے سامنے تازہ کھجوریں تھیں جو حضرت کلثوم بن ہِدْمؓ لائے تھے۔ راستے میں حضرت صُہَیبؓ کو آشوب چشم ہو گیا تھا، آنکھوں کی تکلیف ہو گئی تھی اور انہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سفر کی وجہ سے تھکان بھی تھی۔ حضرت صُہیبؓ کھجوریں کھانے کے لیے لپکے تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! صُہَیب کی طرف دیکھیں اسے آشوبِ چشم ہے اور وہ کھجوریں کھا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقاً فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو جبکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بہ رہی ہیں۔ حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا میں اپنی آنکھ کے اس حصہ سے کھا رہا ہوں جو ٹھیک ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ پھر حضرت صُہَیبؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہجرت میں مجھے ساتھ لے کر جائیں گے مگر آپ چلے آئے اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے مجھے ساتھ لے کر جانے کا وعدہ کیا تھا تاہم آپؐ بھی تشریف لے آئے اور مجھے چھوڑ آئے۔ قریش نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے محبوس کر دیا اور میں نے اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو اپنے مال کے عوض خریدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا نفع مند ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ (البقرۃ:208)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔ حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے ایک مُدّ، تقریباً آدھا کلو آٹا زادِ راہ کے طور پر لیا تھا۔ اسے میں نے اَبواء مقام پر گوندھا تھا یہاں تک کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو

گیا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 172 صُہَیب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2017ء)

پھر ایک صحابی حضرت صہیبؓ بن سنان رومی کا ذکر ملتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے اِذن سے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ہوئی تو حضرت صہیب نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ آئے تو ایک غلام کی حیثیت سے تھے پھر آزاد ہوئے۔ پھر ترقی کی اور تجارت شروع کی اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے بڑے مالدار تاجر ہو گئے۔ تجارت کے ذریعہ سے بڑا مال کمایا۔ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو اہل مکہ نے کہا کہ تم ایک مفلس غلام کے طور پر ہمارے شہر میں آئے تھے ہم تمہیں یہاں سے کمایا ہوا مال ہر گز نہیں لے جانے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں اپنا مال چھوڑ دیتا ہوں۔ اگر مال چھوڑ دوں تو اب تو جانے دو گے۔ بہر حال انہوں نے اپنا نصف مال اہلِ مکہ کے حوالے کیا اور ہجرت کا پروگرام بنایا۔ جب آپ اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو بعض قریش نے آپ کا پیچھا کیا۔ صہیب بہت بہادر انسان تھے۔ تیر اندازی بھی بڑے اچھے طریق سے کرتے تھے۔ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے کفار کو دیکھ کر اپنے ترکش سے تمام تیر نکال کر زمین پر پھیلا دیئے اور ان لوگوں کو دیکھ کر کہا کہ اے قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم سے بہتر تیر انداز ہوں۔ میرا آخری تیر ختم ہونے تک تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے بعد میری تلوار ہے اس کے ساتھ تمہیں مجھ سے لڑنا پڑے گا۔ تم مجھے امن سے جانے دو بہتر یہی ہے اور اس کے عوض جو میرا باقی مال ہے جو میں نے فلاں جگہ رکھا ہوا ہے وہ لے لو۔ چنانچہ انہوں نے بڑی حکمت سے اور اپنے مال کی قربانی کر کے اپنے بچوں کو بھی بچایا اور خود بھی امن سے پہنچ گئے۔ صہیب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کس طرح وہ سارا مال دے کر جان اور ایمان بچا کر یہاں آگئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ بڑا اچھا سودا ہوا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 121 صہیب بن سنانؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ہر صحابی کا اپنا اپنا انداز ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ تم کثرت سے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلاتے ہو مجھے ڈر ہے کہ اس میں اسراف نہ ہوتا ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ یہ جو میں کھانا کھلاتا ہوں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق ہے۔ آپ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کو رواج دیتے ہیں۔ لوگوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا یہ ایک نیکی ہے اور بہترین لوگوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی بتائی ہے۔ کہتے ہیں یہ نصیحت جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جو مدینہ آنے پر آپ نے مجھے فرمائی تھی تو میں نے اس کو پلّے باندھ لیا ہے اور میں سوائے جائز حق کے مال خرچ نہیں کرتا، اسراف نہیں کرتا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 924 حدیث 24422 مسند صہیب بن سنانؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

حضرت صہیبؓ کا مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں بھی بہت بڑا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنا جنازہ حضرت صہیبؓ سے پڑھوانے کی وصیت فرمائی تھی اور جب تک اگلا خلیفہ منتخب نہ ہو نمازوں کی امامت بھی یہی کرواتے رہے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 423 عبید اللہ بن عمرؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت صُہَیبؓ کی وفات ماہ شوال 38ر ہجری میں ہوئی، بعض کے مطابق 39ر ہجری میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت صُہَیبؓ کی عمر تہتر برس تھی، بعض روایات کے مطابق ستر برس تھی۔ آپؓ مدینہ میں دفن ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 41 صُہَیب بن سنان، دار الکتب العلمیہ بیروت 2016ء)

اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ

صباحت وینس، ہملٹن

حضرت ماریہ قبطیہؓ شاہِ مصر مقوقس کی قبطی قوم سے تھیں۔ آپ کے والد کا نام شمعون تھا اور والدہ رومی نژاد تھیں۔ آپ کی پیدائش مصر کے علاقہ اَنْصَایایاَنْصِنا کی بستی حفن میں ہوئی۔ آپ کا رنگ سفید اور بال گھنگھریالے تھے۔

شاہِ مصر کو دعوت اور اُس کا ردِّ عمل:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف سربراہانِ مملکت کو تبلیغی خطوط بھجوائے۔ ذوالقعدہ 6 ہجری میں آپؐ نے اپنے صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے ہاتھ مقوقس شاہِ مصر کو خط بھجوایا۔ آنحضورؐ کا یہ کسی بادشاہ کی طرف چوتھا خط تھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ شاہِ مصر مقوقس نے آپ کے مکتوب مبارک کو سینہ سے لگایا اور کہا کہ اس زمانہ میں ایک نبی کا ظاہر ہونا تھا جس کا ذکر ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں مگر میرا خیال تھا کہ وہ شام سے ظاہر ہو گا۔ پھر اُس نے مکتوبِ نبوی کو احترام کرتے ہوئے ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں رکھ کر اُسے محفوظ کروایا۔ رسولِ کریمؐ کا خط پڑھ کر اور آپ کے قاصد حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی تبلیغ سُن کر وہ حقیقت کو پہچان گیا تھا۔ شاہِ مصر اگرچہ اپنی حکومت چھن جانے کے ڈر سے اسلام تو نہ قبول کر سکا مگر اس نے رسولِ کریمؐ کی شان و عظمت کو محسوس کرتے ہوئے آپؐ سے سفارتی تعلقات اُستوار کرنے ضروری سمجھے اور آپؐ کی خدمت میں تحائف بھجوائے۔ جن میں کچھ پارچہ جات، زیور اور ایک سلیٹی خچر بھی تھا۔

مزید برآں اپنے خاندان کی دو معزز لڑکیاں بغرض رشتہ بھجوانا اس زمانہ کے دستور کے مطابق تعلقات مضبوط کرنے کی خاطر بھی تھا۔ بعض روایات کے مطابق یہ لڑکیاں جو کہ بہنیں بھی تھیں دورانِ سفر حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئیں تھیں۔

رسولِ کریمؐ نے ان دونوں بہنوں سے حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمایا اور دوسری بہن سیرین کا رشتہ حضرت حسان بن ثابتؓ سے کروایا۔ رسولِ کریمؐ نے حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں شامل کروا کر اُنہیں باقاعدہ پردہ کروایا۔ نو مسلم ہونے کے باعث ابتدائی دنوں میں خصوصیت سے ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی۔ وہ گھنگریالے بالوں والی ایک خوبصورت خاتون تھیں اور رسولِ کریمؐ کو بہت عزیز تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں پہلے پہل حضرت حارثہؓ بن نعمان کے گھر رکھا۔ شروع کے دِنوں میں آپؐ وہاں کثرت سے تشریف لے جاتے رہے کیونکہ حرمِ رسولؐ میں آجانے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کے تقاضے بڑھ گئے تھے اور پیش آمدہ حالات میں رسولِ کریمؐ سے بڑھ کر کوئی یہ احسن فریضہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں نواحِ مدینہ میں کھجور کے ایک باغ میں ٹھہرایا۔ جہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے تشریف لے جاتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں وہ باغ جس کے بالاخانے میں وہ تشریف فرما رہیں۔ حضرت ماریہؓ کو عطا فرما دیا تھا۔ یہ بالاخانہ آج بھی مشربہ اُمّ ابراہیمؓ کے نام سے مشہور ہے۔

صاحبزادہ ابراہیم کی ولادت:

حضرت ماریہؓ جب صاحبزادہ ابراہیم سے حاملہ ہوئیں تو جبرائیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا ''اے ابو ابراہیم آپ پر سلام ہو''۔ اللہ تعالیٰ ماریہؓ سے آپ کو ایک بیٹا عطا کرنے والا ہے اور ارشاد ہے کہ اس کا نام ابراہیم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بیٹا مبارک کرے اور دُنیا و آخرت میں سے آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے۔ ذوالحجہ 8 ہجری میں حضرت ماریہؓ کے بطن سے صاحبزادہ ابراہیم تولّد ہوئے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اُن کی ولادت سے اگلے روز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔ ساتویں دن آپؐ نے صاحبزادہ ابراہیم کے بال منڈوائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ دے کر بالوں کو دفن کروایا۔ عقیقہ کے لئے آپ نے ایک بکری ذبح کروائی۔ صاحبزادہ ابراہیم نے قریباً اٹھارہ ماہ عمر پائی گویا رضاعت کے دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

صاحبزادہ ابراہیم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا حضرت ماریہؓ لوگوں سے الگ تھلگ رہتیں وہ اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتیں۔ وہ صرف آنحضورؐ کی قبر پر یا اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر جاتیں ۔ کبھی کبھار اپنی بہن حضرت سیرینؓ کے گھر تشریف لے جاتیں۔

حضرت ماریہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا۔ وہ آپکا خصوصی احترام کرتے اور آپ کے لیئے باقاعدہ نان نفقہ کا انتظام کرتے رہے جس طرح دیگر ازواج کیلئے فرماتے تھے۔

وفات:

اُمِّ ابراہیم حضرت ماریہؓ کی وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ سال بعد محرّم 16 ہجری میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے اُمّ المومنین حضرت ماریہؓ کے جنازے میں شرکت کے لئے لوگوں کو خصوصیت سے اطلاع کروا کر اکٹھا کروایا اور خود اُنکی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مصر کے ساتھ اپنے بیٹے کے ننھیالی تعلق کو ہمیشہ احسان اور وفا کے جذبات کے ساتھ یاد رکھا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ جب تم مصریوں پر غالب آؤ تو اُن سے حسنِ سلوک کرنا کیونکہ ان کے ساتھ ایک تو ''ذمہ'' کا تعلق ہے اور دوسرے ''رحم'' کا کیونکہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ (حضرت ہاجرہ) بھی انہیں (اہلِ مصر) سے تھیں۔

صحابہ کرامؓ کی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امتہ الرفیق ظفر
سابقہ صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ اٰلِ عمران آیت 32)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ اعلان کر دے کہ اے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا دعویٰ کرنے والو! اگر تم اپنے دعویٰ میں صادق ہو، تو آؤ! میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو اُسوہ حسنہ قرار دے کر ہمارے لئے اپنے قرب اور محبت کو پانے کی راہیں کھول دیں۔ آپؐ جو وجہِ تخلیق کائنات ہیں، خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں۔ آپؐ کا بابرکت وجود ہمارے لئے باعث فخر اور موجبِ حصول رحمت الٰہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنا قرب اور پیار رکھ دیا ہے۔ اور یہ اعلان بھی فرما دیا ہے کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے ہی میری محبت کو حاصل کر سکیں گے اور یہ کہ اللہ ان کی خطائیں معاف فرما دے گا اور ان کو پاکیزہ زندگی عطا کرے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ حق الیقین کی اس منزل کو پانے کے لئے صحابہ کرامؓ اطاعت میں یکتا ہو گئے۔ لاریب۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا عملی نمونہ صحابہؓ میں زندہ نظر آتا ہے۔

قابلِ رشک ہیں صحابہؓ جنہوں نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پر نور اور روشن چاند سے خوبصورت چہرے کے جمال سے اپنے آنکھیں روشن کی تھیں وہ صحابہؓ جنہوں نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت میں رہ کر، آپؐ سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے دین کی سرفرازی کے لئے محیر العقول قربانیاں دی تھیں۔ یہ وہ کِرَامٌ بَرَرَةٌ تھے جنہوں نے خیر الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک رفاقت اور قوتِ قدسیہ کی تاثیر سے ایسے عظیم الشان کام سرانجام دیئے کہ وہ عظمت کے پہاڑ بن گئے۔ ان کی سیرت، ان کا کردار، ان کے اخلاق، ان کے اعمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی بدولت تا قیامت امت کے لئے مشعلِ راہ بن گئے۔ وہ اس شرفِ انسانی کے قیّم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ آ کر شرفِ انسانیت کے لئے جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔

اہلِ سیَر اور تاریخ کے ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ تمام صحابہؓ سچے، منصف مزاج، ثقہ، اور معتبر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی جھوٹ بولنا ثابت نہیں۔ (دستور الارتقاء صفحہ 220)

صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا روشن نشان تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس عظیم نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے عرب قوم میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا کہ انہوں نے شرک اور بت پرستی کے اندھیروں کو چھوڑ کر توحید کا لباس پہن لیا اور الٰہی نور کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ پھر ان سچے متّبعین جانثاروں نے خدا کی محبت کو حاصل کر کے اس چراغِ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے قربانیوں کا سفر شروع کیا وہ علم و عمل میں سبقت کرنے والے ہر راستے کا چراغ بن گئے۔ ان کی صدیوں سے مَری ہوئی قوتیں زندہ ہو گئیں بلکہ ایک عالم کی زندگی کا باعث بنیں۔ وہ عرب جو شفقت و محبت اور رحمدلی کے جذبات سے ناآشنا تھے وہ اس عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ آ کر مہربان مربی بن گئے۔ وہ عرب جو اجڈ اور وحشی تھے وہ اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے فیض پا کر دنیا کے معلم اور رہبر بن گئے۔ وہ عرب جو شراب کے نشے کے عادی تھے، وہ آپؐ کے طفیل خدائے واحد کے متوالے بن گئے۔ آپؐ کے عاشقِ صادق اس روحانی انقلاب کا ذکر یوں فرماتے ہیں

كَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنَّا طَافِحًا

فَجَعَلْتَهٗ فِي الدِّيْنِ كَالنَّشْوَانِ

کتنے ہی پینے والے تھے جو خُم کے خُم پی جاتے تھے لیکن تو نے انہیں ایمان کے نشہ سے سرشار کر دیا۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ اور انفاسِ طیبہ کی تاثیر سے وہ وحشی با اخلاق بلکہ خدا نما انسان بن گئے۔ پھر ان پاک اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوز و فلاح کے ایسے چراغ روشن کئے جن کی روشنی سے آج بھی منزل مقصود کو حاصل کیا جا سکتا

ہے۔

انہوں نے اپنے دلوں کو سفلی خواہشات سے پاک کر کے یقین اور ایمان کی دولتوں سے بھر لیا اور پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر اور فخر سے آپؐ کی غلامی کا جُوا پہن کر دینِ اسلام کے لئے اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کی قربانیں پیش کیں۔ وہ وفاؤں میں ایسے صادق نکلے کہ انہوں نے خدائے ذوالجلال کے لئے اور اپنے محبوب محسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آن کے لئے تلواروں کی جھنکار میں شہادت کے جام نوش کئے۔ پھر انہوں نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ ٹُنڈے کروالئے۔ اور تیروں کی بوچھاڑ میں اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹ کی رکاب سے لپٹ گئے تا آپؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان پاک وجودوں کے متعلق فرماتے ہیں

"وہ لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر ایک نے ایک تازہ زندگی پالی تھی۔ اور اپنے ایمانوں میں ستاروں کی طرح چمک اٹھے تھے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 205)

صحابہؓ وہ براہین تھے جن کے چہروں سے اسلام کی صداقت عیاں تھی۔ وہ اَن پڑھ تھے لیکن جب الہامِ قرآن ان کے دلوں میں جاگزیں ہوا تو ان کو وہ سمجھ اور فہم عطا ہوا کہ قرآن مجید کی برکت سے دنیا کے لئے بہترین نمونہ بن گئے۔ اور قرآن کے موتیوں سے ان کے چہرے چمک اٹھے۔

الغرض محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ نے ایک نئی قوم، ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان کی بنیاد ڈالی اور دنیا میں ایک ایسا محیّر العقول زرّیں انقلاب برپا کر دیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسمان سے خود بھی وہ اک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
(دُرِّ ثمین)

صحابہ کرامؓ جو اہل اللہ تھے اور دین کے محافظ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کر کے تربیت پائی پھر اپنے عمل سے اس تعلیم کی صداقت پر گواہی دی۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشقانہ اتباع کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محبت الٰہی کا وسیلہ اس عظیم نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور محبت میں فنا ہو کر حاصل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے درمیان باپ اور اولاد کا رشتہ قائم کر دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ؕ۔

(الاحزاب آیت 7)

نبیؐ مومنوں سے ان کی جان کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

خود سیدنا حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رشتہ پر مقدم محبت رسول کو ایمان کی شرط قرار دیتے ہوئے فرمایا

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ۔ (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان)

تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے والد اور اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

کمال محبت کی حقیقت بھی یہ تھی کہ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و اخلاق آپؐ کے اطوار و محاسن کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بن گئے تھے۔ آپؐ کی محبت ان کے دل میں آبشار کی طرح جوش مارتی تھی اور آپؐ کی محبت و عقیدت ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ اور وہ محبت کے باعث آپؐ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔

حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ صحابہؓ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ چوما کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 291)

پس صحابہ کرامؓ نے نور کے حامل سراپا حسن و احسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احسن رنگ میں اطاعت کی یہاں تک کہ خدائے ذوالجلال نے ان کی محبت و اطاعت کو دیکھ کر ان کے حق میں فرمایا

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ۔ (سورۃ آل عمران آیت 111)

تم سب سے بہترین جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

آیئے اس برگزیدہ گروہ، ان جانثاران، ان محسنین صحابہ کرامؓ کی اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت، کامل محبت اور کامل فدائیت کے نظاروں سے اپنے ایمانوں کو جِلا بخشیں اور ہم کامل وفاداری کے ساتھ آپؐ کی محبت و اطاعت میں فنا ہو کر اسلامی برکات کے حصول کا نمونہ بن جائیں۔

حضرت زیدؓ

زیدؓ، ایک غلام جسے بچپن میں ڈاکو چرا کر لاتے ہیں اور جب وہ بکتے بکتے مکہ پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب غلاموں کو آزاد کرتے ہوئے اسے بھی آزاد کرتے ہیں تو وہ آپؐ کی محبت و شفقت کی وجہ سے آزاد ہونا نہیں چاہتا بلکہ کہتا ہے کہ میں آپؐ کی غلامی میں رہنا چاہتا ہوں۔ اور جب اس کی تلاش میں اس کا باپ اور اس کا چچا مکہ پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چلو ہمارے ساتھ۔ تمہاری ماں تمہاری جدائی میں تڑپ رہی ہے۔ اب اس کے لئے راحت و تسکین کا موجب بنو تو زیدؓ برملا کہتا ہے، میری ماں کو میرا محبت بھرا اسلام کہنا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں رَچ کر چکی ہے۔ میں آپؐ سے جدا نہیں ہو سکتا۔

زیدؓ نے اپنی آزادی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو صرف اس وجہ سے ترجیح دی کہ اس نے آپؐ کے وجود سعید میں مہربان ماں کی محبت سے بھی زیادہ ٹھاٹھیں مارتی ہوئی محبت کی لہریں موجزن پائیں۔

شفقت و احسان و دلداری میں حرفِ آخریں

خاتم انسانیت کا تھا جو تابندہ نگیں

تھی غلامی پر لگائی جس نے ضربِ اولیں

صفحۂ تاریخِ انسانی کا وہ نقشِ حسیں

کُل جہانوں اور زمانوں کے لئے رحمت ہے جو

ساری قوموں خاندانوں کے لئے رحمت ہے جو

حضرت بلالؓ بن رباح

بلالؓ بن رباح ایک حبشی النسل غلام تھا جسے اسلام قبول کرنے پر اس کا مالک امیہ بن خلف تپتی ریت پر لٹا کر نوجوانوں کو اس کے برہنہ جسم اور سینے پر رقص کرنے کے لئے مقرر کر دیتا۔ اور پھر اس کے سینے پر گرم گرم پتھر رکھ کر کہتا کہ لات و عزّٰی کی الوھیت کو تسلیم کر لو اور محمدؐ سے علیحدگی کا اعلان کرو۔ لیکن وہ بلالؓ جس کے دل میں توحید سے والہانہ پیار تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جس کے اندر رچ بس گئی تھی۔ اَحَدْ اَحَدْ کی صدا بلند کرتا ہوا خون سے تربہ تر ہو جاتا۔ اور جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ تو یہ مردِ وفا کوہِ ایمان ثابت ہوا۔ یہ وہی بلالؓ ہے جو آگے چل کر مؤذن اسلام بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، قُمْ یَابِلَالُ وَاَرِحْنَابِالصَّلٰوۃِ، اُٹھو بلال، اذان دو اور ہمیں نماز کی راحت دلاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 252)

اور جب خوش قسمت بلالؓ پُرسوز آواز کے ساتھ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کے الفاظ بولتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، خدا بھی بلالؓ کی اذان سن کر عرش پر خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کا اَشْھَدُ کہنا بہت سے لوگوں کے اَشْھَدُ کہنے سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو پھر بلالؓ نے، جس کے دل میں اپنے آقا کی محبت گھر کر چکی تھی، اذان دینے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ مجھ سے اپنے آقاؐ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی۔ اور جب حضرت عمرؓ کے ارشاد پر ایک مرتبہ اذان دینے لگے تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کے الفاظ پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

یہ تھے محبت و عشق کے صادق جذبات جن پر زیادت متصور نہیں۔

زندگی کو حشر تک پیغامِ رحمت زندہ باد

محسن انسانیت روحِ محبت زندہ باد

حضرت مالک بن سنانؓ

آیئے، غزوہ احد کے ایک عاشقِ رسولؐ کے عشق و محبت کے مظاہرے سے اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ جب غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تو آپؐ کے فدائی حضرت مالک بن سنانؓ نے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہتے ہوئے خون کو چوسا اور محبت و ادب کے باعث خون کو زمین پر پھینکنا گوارا نہ کیا بلکہ اسے پی گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کا خون میرے خون سے ملا ہو تو وہ مالک بن سنانؓ کو دیکھ لے۔

پھر یہ فدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑا اور اپنی جان قربان کر کے ابدی حیات پا گیا۔

قابلِ صد رشک ہے مالک جو عشق و وفا کی ایک انوکھی داستان رقم کر گیا۔ وہ جس کی زندگی بھی قابلِ تقلید تھی اور موت بھی قابلِ تحسین تھی۔

صحابہ کرامؓ نے جس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور آپؐ کے حضور محبت اور صدق و وفا کے نذرانے پیش کئے، پہلے انبیاء علیہم السلام کی جماعتوں میں اس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے۔ انہوں نے آپؐ کے ہر حکم کی تعمیل اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھی۔ آپؐ کی کامل اتباع میں انہوں نے صدق و ثبات اور کامل محبت و اخلاص کے بے نظیر نمونے دکھائے۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس برگزیدہ گروہ، ان جانثاران، ان محبین صحابہ کرامؓ کی اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت، کامل محبت اور کامل فدائیت کے نظاروں سے اپنے ایمانوں کو جِلا بخشیں۔ آمین۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

صدف علیم صدیقی
ریجائنا

محبت کیا ہے؟

ہر حال میں محبوب کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، نفع ہو یا نقصان ہو، عسر ہو یسر ہو راحت ہو یا تکلیف ہر صورت میں اپنی خواہش کو ختم کر کے فقط محبوب کی خواہش کا غلام ہو جانا اسکے رنگ میں رنگ جانے کو محبت کہتے ہیں۔ اور اگر محبت اس پاک ہستی سے ہو جو محبوب خدا ہو جس کے لیے یہ کُل کائنات بنائی گئی ہو۔ جس کے اوپر نبوت کے تمام کمالات ختم ہوتے ہو جو مہر نبوت ہونے کے ساتھ خاتم النبیاء بھی ہو تو اس سے محبت کی شدت اور عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے گہرائی میں اترنا ہو گا تبھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کا ادراک ہو گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرفِ قبولیت بھی بخشا کہ اس کے ذریعے سے محبت الٰہی بھی حاصل ہو جایا کرتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آلِ عمران:33)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (تو) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے محبت کی اہمیت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی)

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے، اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ)

قرآن مجید کی تعلیمات اور احادیث کے احکامات پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے والے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم پر بھی لبیک کہتے ہوئے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا تک پہنچ گئے اس کامل وفا سے آپ کی اتباع واطاعت کی کہ تاریخ میں نہ اس سے پہلے کبھی ایسی محبت و وفاداری دکھائی دی نہ آج تلک ایسے محبین کسی آنکھ نے دیکھے۔

وہ عرب کے بدو جب دائرہ بگوش اسلام ہوئے تو ایسے وفا شعار، عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہوئے کہ اسکی مثال نہ ملتی تھی۔ وہ جو شراب کے خمار سے باہر نہ نکلتے تھے ان پر جب ایمان کا رنگ چڑھا تو اسکا سرور آج بھی ان ڈھیروں واقعات سے چھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند درجے کی محبت تھی کہ وہ کوئی بھی کام آپؐ کے قول یا فعل کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ آپؐ کی کامل اطاعت ہی انکی محبت کی سچی پہچان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ابو بکر جو مردوں میں سب سے پہلے اسلام والے پہلے صحابی کا درجہ حاصل کرنے والے ہیں انکے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ابو بکر سید کونین کی محبت میں فنا ہو چکے تھے"

(سر الخلافۃ، روحانی خزائن جلد نمبر 8 صفحہ 339)

نیز انکی محبت، اخلاص اور اطاعت کے تو اتنے واقعات ہیں کہ ان پر ایک ضخیم کتاب ضبط تحریر میں لائی جاسکتی ہے۔

مزید اصحاب کے چند واقعات پیش خدمت ہیں جن سے انکی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا تم آگ کے انگارے کیوں ہاتھوں میں پہنے پھرتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو کسی شخص نے اس سے کہا انگوٹھی اٹھالو کسی اور مصرف میں لے آؤ تو اُس نے جواب دیا خدا کی قسم جسے خدا کے رسول نے پھینک دیا ہو میں اسے ہرگز نہیں اٹھاؤں گا۔ (صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم خاتم الذہب)

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو حجرِ اسود کو بوسہ دیا

اور اس کے ساتھ فرمایا،

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے ہر گز بوسہ نہ دیتا۔“

(صحیح بخاری کتاب الحج باب ماذکر فی الحجر الاسود)

حضرت عثمانؓ کو صلح حدیبیہ کے موقعے پر جب مکّہ بھیجا گیا، تو قریش نے کہا کہ ”آپ چاہیں تو عُمرہ ادا کر سکتے ہیں“ لیکن وفا کے پیکر کا جواب تھا کہ ”اگر ایک سال تک بھی عُمرہ ملتوی کرنا پڑا، تب بھی مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عُمرہ نہیں کروں گا۔ (بخاری)

یعنی آپکے صحابہ کو آپ کو اس حد درجہ محبت تھی کہ ہر وہ کام کرتے وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتا کھانے میں بھی آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو مد نظر رکھتے۔ جس مقام پر آپ تشریف لے جانا پسند کرتے ان کے لیے وہ جگہ متبرک ہو جاتی۔ غرض کہ ہر طور پر آپ کے رنگ میں رنگین ہو جانا عین سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ مسنون دعائیں پڑھنے کے بعد سواری پر سوار ہوئے تو مسکرانے لگے۔

کسی نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعا پڑھنے کے بعد مسکراتے دیکھا ہے تو آپؐ کی اتباع میں مسکرایا ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند ہیں تو وہ بھی کدو پسند کرنے لگے۔ (مسند احمد)

ایک بار آپؐ نے سرکے کے بارے میں فرمایا کہ سرکہ تو اچھا سالن ہے تو حضرت جابر رضی اللہ کہتے ہیں کہ تب سے مجھے سرکے سے محبت ہو گئی۔ (دارمی)

آپؐ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ”بیٹھ جاؤ۔“ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، جب یہ الفاظ سُنے، تو وہیں دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے دیکھا، تو فرمایا ”عبداللہ! اندر آجاؤ۔“ (بخاری، مسلم)

ایک صحابیؓ کے رنگین کپڑوں کو آپؐ نے ناپسند کیا، تو اُنھوں نے معلوم ہونے پر کپڑے تنور میں ڈال دیے۔ (ترمذی)

غرض کہ ایسے بے شمار واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ دراصل یہی محبت تھی جو کامل اطاعت گزاری اور جانثاری کا ذریعہ بنی اور اسلام کا پیغام دور دور تک پہنچانے کا باعث بنی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صحابہ کے بلند برتبے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”صحابہؓ کی جو تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اُن کی نسبت فرماتا ہے۔ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ (الآیہ) (الاحزاب:24) اور پھر ان کی نسبت فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ (البیّنۃ:9)۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 671، ایڈیشن 1988ء)

اللہ تعالی ان واقعات کو پڑھنے کے بعد ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم ان مبارک ہستیوں کے نقش قدم پر چل سکیں اور محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں تا ہمارے پیارے آقا ہمیں اپنا اُمتی کہنے پر فخر محسوس کریں اور ہم بھی رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ کی بشارت کے مصداق بن جائیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین اللھم آمین۔

حُسن و جمالِ یوسُفی، شانِ جلالِ مُوسوی
نَفخِ مسیحِ ناصری، خُلق و شِیَم محمدی
مُلہِم و نیز مَنطقی، عاشِق و نیز فلسفی
رنگِ کمالِ ہر نبی، سِحرِ قلم ادائی
صَلِّ عَلٰی حَبِیۡبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(بخار دل صفحہ 75-78)

صحابیات کا رسول ﷺ سے وفا کا تعلق

عطیۃ النور
حدیقہ احمد، بریڈفورڈ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (آل عمران:32)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رسول یا اس کے خلیفہ کی کامل اطاعت سچی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لئے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی حقیقی مومن نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ اللہ کا رسول اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان) صحابہ اور صحابیاتِ رسولؐ نے یہ اصول خوب سمجھا اور خدا کے پاک نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت و اخلاص کے شاندار نمونے دکھائے۔ جن میں سے چند صحابیات کے واقعات آج پیش کروں گی۔

صحابیات کی محبتِ رسول ﷺ کے چند پاکیزہ نمونے

صحابیات عشق رسولؐ میں مردوں سے ہرگز پیچھے نہ تھیں۔ ایک صحابیہ نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لباس کی ضرورت محسوس کی تو ایک خوبصورت چادر ہاتھ سے کڑھائی کر کے لے آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری خواہش ہے کہ آپؐ یہ چادر خود زیب تن فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ضرورت کا یہ انتظام ہونے پر شکریہ کے ساتھ اسے قبول کیا اور وہ چادر پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد 1 صفحہ 48)

حضرت اُمّ سلیمؓ انصاریہ بسا اوقات کھانا بنوا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بھجوا دیتی تھیں۔ حضرت زینبؓ کی شادی کے موقع پر تو انہوں نے کافی سارا کھانا بنوا کے بھجوا دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا۔ (بخاری کتاب عتقہ باب 64)

ایک انصاری خاتون میناءؓ نامی تھیں۔ ان کا غلام بڑھئی تھا۔ انہیں یہ خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس میں بیٹھنے کے لئے لکڑی کی کوئی اچھی سی چیز بنوا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپؐ کے بیٹھنے کے لئے کوئی چیز بنوانا چاہتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے اجازت دیدی تو انہوں نے وہ تاریخی منبر بنوایا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ (بخاری کتاب مساجد باب 31)

اُحد کے دن جب مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ مدینہ میں عورتیں رونے اور چلانے لگیں۔ ایک عورت کہنے لگی تم رونے میں جلدی نہ کرو میں پہلے پتہ کر کے آتی ہوں، وہ گئی تو پتہ چلا کہ اس کے سارے عزیز شہید ہو چکے تھے۔ اس نے ایک جنازہ دیکھا، پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ بتایا گیا کہ یہ تمہارے باپ کا جنازہ ہے۔ اس کے پیچھے تمہارے بھائی، خاوند اور بیٹے کا جنازہ بھی آرہا ہے۔ وہ کہنے لگی مجھے یہ بتاؤ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ سامنے تشریف لا رہے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکی اور آپؐ کے کرتے کا دامن پکڑ کر کہنے لگی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(مجمع الزوائد الہیثمی جلد 6 صفحہ 165 بیروت بحوالہ طبرانی)

حضرت سعد بن مُعاذؓ کی والدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

جنگ احد سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ حضرت سعد بن مُعاذؓ پکڑے ہوئے فخر سے چل رہے تھے۔ جنگ میں آپؓ کا بھائی بھی مارا گیا تھا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کو آتے ہوئے دیکھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں آرہی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی عمر اس وقت کوئی اسّی بیاسی سال کی تھی۔ آنکھوں کا نور جاچکا تھا۔ بہت کمزور نظر تھی۔ دھوپ چھاؤں مشکل سے نظر آتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر، مدینہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو یہ خبر سن کر وہ بڑھیا بھی لڑکھڑاتی ہوئی مدینہ سے باہر نکلی جارہی تھی۔ حضرت سعدؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں آرہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا میری سواری کو ٹھہرالو۔ تمہاری ماں آرہی ہے وہاں اس کے قریب میری سواری کو کھڑا کر دو۔ جب آپؐ اس بوڑھی عورت کے قریب آئے تو اس نے اپنے بیٹوں کے متعلق کوئی خبر نہیں پوچھی۔ پوچھا تو یہ پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ کے سامنے ہیں۔ اس بوڑھی عورت نے اوپر نظر اٹھائی اور اس کی کمزور نگاہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پھیل کر رہ گئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بی بی مجھے افسوس ہے تمہارا جوان بیٹا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھاپے میں کوئی شخص ایسی خبر سنتا ہے تو اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں لیکن اس بڑھیا نے کیسا محبت بھرا جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو آپؐ کی خیریت کی فکر تھی۔

(ماخوذ از فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 400-401)

پس صحابیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اخلاص و وفا کے نمونے پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یا عشق محمدؐ عربی ہے یا احمد ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

سادہ ماؤں کے طریقِ تربیت

از ساجدہ اعجاز۔۔۔۔۔ پیس ویلج

پیاری بہنو!

جب ہم چھوٹے تھے تو ہماری امی جان ہم سب کو نماز اور قرآن پاک پڑھنے پر بہت تلقین کرتی تھیں۔ اور خود باقاعدگی سے پڑھاتی تھیں۔ ہم سب بہن بھائیوں کو رات کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ بلکہ ٹی وی ہمارے گھر میں تھا ہی نہیں۔ رات کو سب اپنے اپنے بستر پر بیٹھ کر جب سکول کے کام سے فارغ ہو جاتے تو سونے سے کچھ دیر پہلے تک سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے احمدیت اور جماعت احمدیہ کے بارے میں سادہ باتیں بتاتیں۔ اسی طرح باری باری ہم سب بہن بھائی بھی کوئی نہ کوئی جماعت کی کتاب پڑھتے پھر آپ ہم سب کو تفصیل سے بتاتیں کہ دین کیا ہے۔ اور پھر دوسرے دن وہ سب سے سوال کرتیں اور یاد کرواتیں۔ وہ خود تو پڑھی لکھی نہیں تھیں لیکن ہم سب کو دین کے سوال جواب بتاتیں اور یہ کہ ہم سب کو احمدیت ایک سچائی کے طور پر خدا نے تحفہ میں دی ہے

قسط نمبر 3

آسمانی کتابوں سے متعلق معلوماتی صفحہ

از: امتہ الرفیق ظفر صاحبہ.....سابق صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

س۔ کیا موجودہ اناجیل الہامی ہے؟
ج۔جی نہیں - موجودہ اناجیل حضرت عیسیٰؑ سے بہت بعد میں مرتب کی گی ہیں۔اور ان میں وحی الہی کے ساتھ دوسرے لوگوں کے الفاظ مل جل گئے ہیں۔

س۔ اناجیل کتنی ہیں؟
ج۔ اناجیل 4 ہیں۔ متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا

س۔ زبور کس نبی پر نازل ہوئی؟
ج۔ زبور حضرت داود علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

س۔ زبور کے کیا معنی ہیں؟
ج زبور کے معانی (۱) کتاب (۲) دلائل (۳) ٹکڑے (4) ایسی کتاب جس میں خوشخبریاں اور انذار ہوں۔ وہ کلام جس میں ذکر ملتا ہو
زبور کے معانی ایسی کتاب کے ہیں جس میں حکمت کی باتیں ہوں لیکن احکام شریعت کا بیان نہ ہو۔ زبور کی جمع زُبر آتی ہے

س۔ زبور میں خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے کتنے گیت ہیں؟ اور یہ کس زبان میں ہیں؟
ج۔150 گیت ہیں اور یہ سریانی زبان میں ہے۔

س۔ کیا زبور نظم کی صورت میں ہے یا نثر میں؟
ج۔ ساری زبور نظم کی صورت میں ہے اس میں حضرت داؤدؑ کی مُناجات ہیں۔

س۔ زبور کتنی کتب اور ابواب پر مشتمل ہے؟
ج۔ زبور پانچ کتابوں پر مشتمل ہے اور اس کے 150 ابواب ہیں

س۔ قران مجید کس پیغمبر پر نازل ہوا ہے؟
ج۔ قرآن مجید حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوا۔

س۔ قرآن کے کیا معنی ہیں؟
ج۔۱) قرآن کے معانی ایسی کتاب کے ہیں جو بار بار کثرت سے پڑھی جائے۔
۲) جسے دوسروں تک پہنچانا مقصود ہو۔
۳) ایسی کتابیں جس میں تمام صداقتیں موجود ہوں اور جمع کی گئی ہوں۔
ابن فارس کے نزدیک قَرَا کے بنیادی معانی جمع کرنے کے ہی ہیں۔ کہ یہ تمام الہامی کتابوں کے ثمرہ کو بلکہ تمام کے ماحصل کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہے۔
۴) ایسی کتاب جس میں نہ صرف ظاہری صداقتیں ہوں بلکہ اس میں ایسی صداقتیں بھی پوشیدہ ہوں جو اپنے وقت پر کھلیں۔ اور یہ سب باتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں

س۔ لفظ قرآن کس وزن پر ہے؟
ج۔ قران کا لفظ فَعلانٌ کے وزن پر ہے۔ اس وزن کے الفاظ امتلاء اور غلبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

س۔ قرآن کریم میں جن تین الہامی کتابوں کا تذکرہ ہے ان میں سے پہلی کا نام کیا ہے؟
ج۔ زبور

س۔ تورات کے نزول کے وقت انسانی استعدادیں کس رنگ میں تھیں؟
ج۔ تورات کے نزول کے وقت انسانی استعدادیں وحشیانہ رنگ میں تھیں۔

س۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت انسانی استعدادوں کی کیفیت کیا تھی؟

ج۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت انسانی استعدادیں معقولیت کا رنگ پکڑ چکی تھیں۔ اس لیے قرآن مجید نے وہ طرق اختیار کیا جو اخلاق کے منافع کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ اخلاق کے مفاد یہ ہیں اور پھر ان کو براھین اور دلائل کے

ساتھ پیش کرتا ہے تاکہ عقل سلیم سے کام لینے والوں کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

س۔ قرآن مجید کے نزول کی کیا ضرورت تھی؟
ج۔ قرآن مجید کے نزول کی ضرورت سارے زمانے کی اصلاح تھی۔ قرآن مجید کا مقصد تھا وحشیانہ حالت سے انسان بنانا۔ اِنسانی آداب سے مہذب انسان بنانا۔ اور پھر باخدا انسان بنانا۔

س۔ قرآن مجید نے دوسرے مذاہب کی پہلی اُصولی اصلاح کس عقیدہ کے متعلق کی ہے؟
ج۔ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق۔

س۔ تورات اور قرآن مجید میں کیا واضح فرق ہے؟
ج۔ تورات میں طریق استدلال نہیں ہے۔ اس نے صرف متن کو لیا ہے۔ جس کے ساتھ دلائل اور براہین نہیں ہیں۔ دعوٰی کی دلیل خود تلاش کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ قرآن مجید نے دلائل اور پیش کیے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ کو ہر قسم کی دلیل کے ساتھ مدلّل کرتا ہے۔
تورات میں صرف بنی اسرائیل کو مخاطب کیا ہے گویا اُس کا مخاطب ایک خاص گروہ ہے اور دوسری قوموں اور فرقوں سے اُسے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جبکہ قرآن مجید کے مخاطب تمام فرقے اور کُل اقوام ہیں۔ اور وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

س۔ دوسری الہامی کُتب میں موجوگی میں قرآن مجید کے نزول کی ضرورت؟
ج۔ قرآن مجید کے نزول سے پہلے سب ہدایت نامے نامکمل تھے اور یہ مکمل ہے۔ اُن میں خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اور یہ سب خرابیوں سے محفوظ ہے۔ ہدایت نامہ سب قوموں کیلئے ہے اور سب قوموں کے بزرگوں کی عزّت قائم کرنے اور سب ضائع شُدہ ہدایتوں کو زندہ کرنے کے لیے آیا ہے۔
ان کتب میں بوجہ اندرونی وبیرونی نقائص کے وصال الٰہی پیدا کرنے کی قوت باقی نہ رہی تھی۔ اس کے ذریعہ سے انسان کو وصال الٰہی حاصل کرنے اور کلام الٰہی سے مشرف ہونے کا موقعہ دیا جانا مقصود تھا۔

س۔ کیا قرآن مجید، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سورت فاتحہ کے متعلق پہلی کتب میں کوئی پیشگوئی موجود ہے؟
ج۔ جی ھاں مکاشفہ 105 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید اور سورت فاتحہ کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں پیشگوئی بیان کی گئی ہے۔

"اور جو تخت پر بیٹھا تھا۔ میں نے اس کے دھنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مُہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔"

س۔ کیا قرآن مجید پہلی کُتب کی تصدیق کرتا ہے؟
ج۔ قرآن مجید پہلی کُتب کی تصدیق کرتا ہے ان معنوں میں کہ وہ ابتداً الہامی تھیں۔ نیز اس طرح کہ وہ ان میں مذکور پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے۔ ورنہ وہ ان کو ان کی موجودہ شکل میں ہرگز سچا قرار نہیں دیتا۔

س۔ قرآن مجید کس زبان میں نازل ہوا؟
ج۔ قرآن مجید کی زبان " عربی " ہے۔ جو " اُم الالسنہ " یعنی (سب زبانوں کی ماں) کہلاتی ہے۔
اِنَّا جَعَلنٰہُ قُراٰنًا عَرَبِیًّا لَعَلَّکُم تعقلون ۞ (سورۃ الزخرف آیت 3)
یقیناً ہم نے اسے فصیح وبلیغ قرآن بنایا تاکہ تم عقل کرو۔

س۔ ارض القرآن کون سی جگہ کہلاتی ہے؟
ج۔ عرب کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ ارض القرآن ٹھہری۔

س۔ لفظ " قرآن " میں کیا پیشگوئی مضمر ہے؟
ج۔ لفظ قرآن نے یہ بتادیا ہے کہ یہ کلام بار بار پڑھا جائے گا اور بکثرت لکھا جائے گا اور دور دراز مُلکوں میں پھیل جائے گا۔

س۔ قرآن مجید کے کتنے سیپارے ہیں؟
ج۔ تیس (30) سیپارے

(باقی آئندہ)

قرارداد تعزیت بروفات

محترمہ امتہ الطیف خورشید صاحبہ

ممبرات نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا مکرمہ امتہ اللطیف خورشید صاحبہ کی وفات پر آپ کے اہل خاندان سے گہرے غم اور افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ 19 جنوری 2022ء کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی حضرت میاں فضل محمود صاحبؓ ہرسیاں والے کی پوتی اور حضرت حکیم اللہ صاحب مدرس (دربان ڈیوڑھی حضرت اماں جانؓ) کی نواسی اور مکرم محترم میاں عبد الرحیم دیانت صاحب درویش قادیان کی بیٹی تھیں۔ آپ مکرم محترم شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم جو کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ تھے، کی زوجہ محترمہ تھیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو ابتداء ہی سے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ اور حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان کے زیرِ سایہ لجنہ اماء اللہ قادیان اور پھر ربوہ میں مختلف شعبوں میں خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا ہوئی۔ جس میں ایک قابل ذکر خدمت مدیرہ مصباح کے طور پر ایک لمبا عرصہ خدمت کرنا تھا۔ آپ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی اعزازی ممبر بھی رہیں۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے نماز جنازہ غائب کا اعلان کرتے ہوئے آپ کے متعلق فرمایا

”تو یہ ہے ماؤں اور بزرگوں کا کام جو نئی نسل کو سنبھالنے کے لیے ضروری ہے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 فروری 2022ء)

آپ نہایت منکسر المزاج، خوش خلق، خدا ترس، مہمان نواز، سلیقہ مند، عبادت گزار، نیک فطرت اور خدمت خلق کرنے والی بزرگ خاتون تھیں خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق تھا۔ ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کی اِن حسنات کو قبول فرمائے اور آپ سب کو اُنکے نیک خصائل کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ محترمہ امتہ الطیف خورشید صاحبہ کے درجات بلند فرمائے، اُنکی مغفرت فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ممبرات نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا

24 فروری 2022ء

قرارداد تعزیت بروفات

محترمہ عطیہ شریف صاحبہ

ٹیم ممبرات رسالہ النساء مکرمہ عطیہ شریف صاحبہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔

آپ مؤرخہ 2اپریل2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔اِنّاللہ و اِنّا الیہ راجعون۔

محترمہ عطیہ شریف صاحبہ 21نومبر1932ء کو حیدر آباد، دکّن انڈیا میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام عزیزہ بیگم صاحبہ اور والد محترم کا نام سیٹھ محمد اعظم صاحب تھا۔ آپ کے نانا مکرم حکیم محمد حسین صاحبؓ آف لاہور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ آپ کے دادا مکرم سیٹھ محمد غوث صاحب آف حیدر آباد دکّن، انڈیا، اگرچہ صحابی نہیں تھے لیکن اُن کے جماعت سے بے پناہ خلوص اور خلافت کی اطاعت و وفاداری کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُن کی وفات کے موقع پر اُنہیں قطعہ صحابہ میں دفن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سیٹھ محمد غوث کی ایک صاحبزادی کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے اُن کے بارے میں فرمایا کہ

’’سیٹھ صاحب کا خاندان ایک مخلص خاندان ہے۔ ان کی مستورات کے ہمارے خاندان کی مستورات سے، ان کی لڑکیوں کے میری لڑکیوں سے اور ان کے اور انکے لڑکوں کے میرے ساتھ ایسے مخلصانہ تعلقات ہیں کہ گویا خانہ واحد کا معاملہ ہے۔ ہم ان سے اور وہ ہم سے بے تکلف ہیں اور ایک دوسرے کی شادی و غمی کو اسی طرح محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے خاندان کی شادی و غمی کو‘‘۔(اصحابِ احمد جلد اوّل صفحہ 223)

مکرمہ عطیہ شریف صاحبہ 1970ء میں ٹورانٹو تشریف لائیں۔ 1972ء تا1975ء میں لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی نائب صدر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ اس دوران آپ کی کوششوں سے لجنہ اماء اللہ کا ٹورانٹو میں پہلا بینک اکاؤنٹ بنا۔1976ء تا1977ء آپ نے نیشنل سیکرٹری مینا بازار کے طور پر کام کیا اور نہایت عمدہ طریق پر لجنہ میں بیداری پیدا کرتے ہوئے نمایاں رقوم لجنہ کی طرف سے مسجد فنڈ کے لئے جمع کروانے کی توفیق پائی۔ 1979ء تا 1980ء اور پھر 1990 سے 2008ء تک ایک طویل عرصہ آپ نے نیشنل سیکرٹری مال کے طور پر ذمہ داریاں ادا کیں۔1981ء تا1985ء آپ نے نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے فرائض ادا کئے۔ آپ کے دورِ صدرات میں ناصرات کے لئے باقاعدہ ہفتہ وار کلاسز کا انتظام پہلے سے زیادہ عمدہ ہوا ۔ آپ خود ٹورانٹو کے مغربی حصہ میں موجود بچیوں کی کلاس لیتیں۔28فروری 1982 کو آپ کے دورِ صدارت میں ناصرات الاحمدیہ کینیڈا کا پہلا اجتماع منعقد ہوا۔ اسی طرح آپ نے اپنے دور میں لجنہ کی تربیت کے لئے امیر و مشنری انچارج صاحب کو لجنہ کی ماہانہ تربیتی کلاس لینے کی درخواست کی۔ جس پر

ہر ماہ کے تیسرے ہفتے یہ کلاس منعقد ہوتی رہی۔

1986 تا 1991ء آپ صدر لجنہ اماء اللہ سکاربورو رہیں اور نہایت اعلیٰ رنگ میں تمام خواتین کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ جماعت احمدیہ سکاربورو کے اطفال اور ناصرات کی تعلیمی کلاسز شروع کرنے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا۔

علاوہ اس کے آپ نے جماعت کے شعبہ مال کے لیئے متفرق خدمات انجام دیں۔ جن میں ایک نمایاں خدمت نیشنل کمپیوٹر کمیٹی کے ساتھ بطور انچارج ڈیٹا اینٹری کے ایک طویل عرصہ تک کام کرنا بھی شامل ہے۔ آپ بہت سی مرکزی کمیٹیوں کی بھی رُکن رہیں۔ نیز متعدد جلسہ جات کے انتظامی کاموں میں بھی سرِ فہرست رہیں۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل تک لجنہ کے اجلاسوں میں مالی قربانی کے حوالے سے ممبرات کو عمدہ نصائح بھی کرتی رہیں۔ آپ جس دور میں کینیڈا تشریف لائیں اُس وقت لجنہ اپنے کینیڈا میں قیام کے ابتدائی مراحل میں تھی جس کے باعث آپ کی لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی تعمیر و تدوین کی خدمات کے کارنامے ہمیشہ زبان زدِ عام رہے اور لجنہ کینیڈا کی تاریخ کا زرّیں دور ثابت ہوئے۔

آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ خلافت سے محبت کرنے والی اور تمام جماعتی کاموں میں اعلیٰ نظم وضبط کے قیام کو ترجیح دینے والی خاتون تھیں۔ آپ ایک نہایت حیادار، باپردہ، وقت کی پابندی کرنے والی، پنج وقتہ نماز کا اہتمام کرنے والی نیک روح تھیں۔ اکثر اوقات باجماعت نماز ادا کرنے کے لیئے احمدیہ ابوڈ آف پیس کے ملٹی پرپزہال میں تشریف لاتیں۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کے درجات بہت بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں اعلیٰ علیّین میں جگہ دے نیز آپ کے اہل خانہ کا خود حافظ و ناصر ہو، ان کو صبر جمیل سے نوازے اور آپ کی خوبیوں اور نیکیوں کا وارث بنائے۔ آمین۔

خاکسار

مدیرہ اُردو

ہماری والدہ

مکرمہ امتہ الطیف خورشید صاحبہ

نصرت ظفر، عفت ملک۔۔۔۔۔۔۔ مسی ساگا ویسٹ، ویسٹن از لنگٹن

امتہ الطیف خورشید صاحبہ مؤرخہ 19 جنوری 2022ء کو مختصر علالت کے بعد 95سال کی عمر میں ٹورانٹو کینیڈا میں انتقال کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نہایت معزز صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ لہٰذا آپ کی تربیت میں جماعت کی خدمت اور محبت کا جذبہ تادمِ وفات موجزن رہا۔

آپ نے تیرہ سال کی عمر سے لجنہ اماء اللہ کے لیئے مختلف عہدوں پر خدمات ادا کرنی شروع کر دیں اور آپ کی خدمات کا سلسلہ ستّر(70)سال تک جاری رہا۔ الحمدللہ۔

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات، اُمّ المومنین حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی سرپرستی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نگرانی، حضرت سیّدہ اُمّ داؤد کی تربیت کے ساتھ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ، حضرت سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ، سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ سے کام سیکھنے اور ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔

آپ جنرل سیکرٹری لجنہ قادیان، منتظم دار الخواتین ربوہ، جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ مرکزیہ، سیکرٹری تجنید لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، سیکرٹری اصلاح وارشاد مرکزیہ، سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے علاوہ مدیرہ مصباح بھی رہیں۔

تصنیف و اشاعت میں تاریخ لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چار جلدیں، المصابیح اور الاظہار الذوات مرتب کیں۔

آپ کی ایما اور نگرانی میں ناصرات الاحمدیہ کا سب سے پہلا اجتماع ہوا۔ جب آپ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ تھیں۔

آپ نے اپنے شوہر محترم شیخ خورشید احمد صاحب کی معیّت میں ''راہِ ایمان'' اور ''جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ'' کُتب مرتب کیں۔

آپ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی اعزازی مشیر رہیں۔

آپ ہم کو خوشی سے بتاتی تھیں کہ آپ نے حضرت آپا ناصرہ بیگم صاحبہ سے سلائی سیکھی اور آپ کو اس بات پر فخر تھا کہ 1950ء میں حضرت آپا ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ چھوٹے بچے کے کپڑے سیئے تھے جو کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیئے تھے۔

ہماری والدہ کے اوصاف کے بارے میں سب سے موزوں الفاظ ہمارے نانا مکرم عبد الرحیم صاحب درویش نے ہماری نانی جان کی وفات پر اپنے بچوں کے نام قادیان سے ایک خط میں تحریر فرمائے۔

''امتہ الطیف معاملہ فہم، دور اندیش، عابدہ اور زاہدہ ہے۔ (آپ کی والدہ) آمنہ نے آپ کو جنم تو ضرور دیا ہے مگر باقی ہر قسم کی قربانی اور دیکھ بھال میں جس قدر اسکا حصہ ہے میرا بھی نہیں ہے۔''

ہماری والدہ کو خدا نے انتظام و انصرام کی خاص قابلیت عطا فرمائی تھی۔

پارٹیشن کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی جب آپ کے والد نے درویشی اختیار کی اور آپ اپنی والدہ اور پانچ چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ پاکستان آئیں۔ ہماری والدہ بڑی بہن ہونے کے ناطے سے اپنی والدہ کے گھر اور باہر کے تمام امور میں انکی دستِ راست رہیں۔ والد صاحب کی غیر موجودگی میں تمام بہن بھائیوں کی تعلیم، روزمرہ کے معاملات اور شادیوں کے انتظامات مالی مشکلات اور انتہائی نامساعد حالات میں نہایت احسن رنگ میں انجام دیئے۔ الحمدللہ۔

آپ جماعت کی ایک چلتی پھرتی تاریخ تھیں۔ بہت ملنسار، سب کا بھلا چاہنے والی، متوکل، خدمت خلق کا بہت شوق تھا۔ اور بہت سے نئے آنے والے مہاجر خاندانوں کو بسانے میں سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں۔

کینیڈا میں آپ کمیونٹی میں volunteer کرتیں اور ساتھ ساتھ سب کو تبلیغ کرتیں اور جماعت کے پروگراموں اور جلسہ جات میں بھی مدعو کرتیں۔

ہماری امی جان کو خلافت سے والہانہ عشق نیز خلیفہ وقت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بے انتہا پیار تھا۔ ہر وقت ہم سب کو حضور کے لئے دعاؤں کی تاکید اور یاد دہانی کرواتی تھیں۔ نمازوں کی بے انتہا پابند اور اہتمام سے ادا کرتیں۔ جمعہ کا دن ایک عید کا دن ہوتا۔ اپنے گھر نماز ادا کرنے والوں کے لئے بہت تیاری کرتیں اور بچوں کو خاموشی سے خطبہ سُننے اور اچھی نماز ادا کرنے پر ٹافیوں اور بسکٹوں کے پیکٹ تحفۃً دیتیں۔

قرآن مجید سے ایک خاص عشق تھا۔ بے شمار بچوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھایا اور صحیح تلفظ سے ادا کرنے کی تاکید کرتی تھیں۔ آپ اپنے گھر میں قرآن مجید مکمل کرنے والی بچیوں کی آمین کرتیں اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خواتین کو بھی اس بابرکت تقریب میں مدعو کرتیں۔

جماعت کی عہدیداروں کا بہت عزت اور احترام کرتیں۔ ہر جماعت کی تحریک پر فوراً لبیک کہتیں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ کینیڈا میں جامعہ کی نئی عمارت کی تحریک ہوئی تو سب سے پہلے فون کر کے دس ہزار ڈالر کا وعدہ کیا اور فوراً ادا بھی کر دیا۔

ہمارے والد مکرم شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم اور ہماری والدہ نے اپنے تمام بچوں کو ایک گہرا سبق یہ سکھایا تھا کہ اگر جماعت یا خلافت کے خلاف کوئی بات ہو تو اُسے بالکل نہ سُننا اور اگر کان میں بات پڑ ہی جائے تو اسکو بالکل نہیں دُہرانا اور مُنہ پر نہیں لانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات جماعت اور خلافت کے ساتھ ہیں اور ہر ابتلا اور فتنہ کے بعد خدا تعالیٰ کے نشانات جماعت کے حق میں ظاہر ہوتے ہیں۔

آپ نہ صرف اپنی جسمانی اولاد بلکہ اپنے بہن بھائیوں، انکی اولاد اور ملنے والوں اور انکے بچوں سے بھی بہت پیار اور محبت کا تعلق رکھتی تھیں۔

ہمارے گھر عید اور دوسری تقریبات میں امی جان دعوت پر نہ صرف اپنے بچوں بلکہ ایسے عزیز اور ملنے والوں کے خاندانوں کو بھی مدعو کرتیں۔ جن کے عزیز / رشتہ دار ان ملکوں میں نہیں ہیں۔

ہماری امی جان انتہائی محنتی اور وقت کی پابندی اور قدر کرنے والی تھیں۔ آپ صبح اُٹھ کر نماز کے بعد بچوں کو سکول، کالج بھجوا کر خود لجنہ کے کام کے لئے چلی جاتیں اور جب ہم واپس آتے تو امی جان واپس آ کر گھر کے کام سے فارغ ہو کر شام کو، سب اردگرد محلہ کے بچوں کو قاعدہ اور قرآن مجید پڑھاتیں۔

ہم نے ان کو کبھی فارغ بیٹھ کر دوسروں کی باتیں کرتے اور وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے ہم سب کو دینی اور دنیاوی تعلیم سے مالا مال کیا اور ہمیشہ ہمیں اعلیٰ علم حاصل کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتیں اور ہر ممکن مدد کرتیں۔ آپ نے ہمیں تعلیم کے ساتھ گھر کے کام، کھانا پکانا، سلائی کڑھائی اور بُنائی بھی سکھائی۔ آپ ہمیں یاد کرواتی تھیں کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اپنی اقدار، پہچان اور پردہ کو کبھی نہ بھولیں۔

چلتے پھرتے ہمیں ہمارے والدین چھوٹے چھوٹے واقعات سنا کر اسلام اور

احمدیت کی تاریخ سکھا دیتے تھے۔ سکول سے گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران ہمارے لیئے الگ نصاب بنا ہوا ہوتا تھا۔ جس میں قرآن کریم کی سورتیں، نماز میں پڑھنے والی دُعائیں، دُرّ ثمین، کلام محمود کی نظمیں یاد کروانا اور قرآن مجید و نماز کا ترجمہ یاد کروانا شامل ہوتا تھا۔

ہمارے گھر کے قریب کے گاؤں سے جو لڑکیاں گھر کے کام میں مدد کے لئے آتیں، امی جان نے انکو بھی تعلیم دلوائی اور انکی شادیاں خود کروائیں اور اب تک اُن کے بچوں سے تعلق رکھا۔ جس کے نتیجہ میں انکا جماعت سے مضبوط تعلق قائم ہے۔

ہماری امی جان نہایت امانتدار تھیں۔ سب لوگ امی جان کے پاس اپنی امانتیں رکھوا کر جاتے تھے۔

آپ کو ہمیشہ ہم نے ضرورت مندوں کی مدد کرتے دیکھا چاہے وہ رشتہ دار ہوں یا ملنے والے یا کوئی بھی ضرورتمند۔ آپ سلائی کڑھائی کی ماہر تھیں۔ ہمارے محلہ کے لوگ امی جان کے پاس سلائی کڑھائی سیکھنے اور مشورہ لینے آتے تھے۔

ہماری امی جان صائب الرائے اور بہترین مشورہ دینے والی خاتون تھیں۔ جماعت کی میٹنگز میں بھی اچھا مشورہ دیتیں اور سب ملنے والے امی جان سے مشورہ لینے آتے تھے۔ آپ کی اولاد در اولاد کو آپ کے مشوروں سے ہمیشہ فائدہ ہوتا تھا۔

الغرض الحمدللہ ہماری امی جان نہ صرف ہمارے لیئے بلکہ سب کے لیئے ایک قابلِ فخر نمونہ تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت خطبہ جمعہ فرمودہ 11 فروری 2022ء کو امی جان کی خدمات اور بچوں کی تربیت کے انداز کا بہت خوبصورت الفاظ میں ذکر فرمایا اور سراہا اور آپ کی نمازِ جنازہ غائب بھی ادا فرمائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”یہ ہے ماؤں اور بزرگوں کا کام۔ کس طرح تربیت کرنی ہے نئی نسل کی۔ ان کو دین بھی سکھانا ہے اور اس معاشرے میں بغیر احساسِ کمتری کے انہیں اپنے آپ کو adjust کرنے کی طرف توجہ دلانی ہے۔“

آپ سب سے درخواست ہے کہ ہماری امی جان کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند کرے اور اعلیٰ علیّین میں مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو اور ہماری نسلوں کو آپ کے اعلیٰ نمونہ پر عمل کرنے والا، خلافت سے وفا کا تعلق نبھانے والا، دین کی خدمت کرنے والا بنائے۔ آمین۔

ذکرِ خیر محترم سُسر صاحب

چوہدری لطیف احمد کاہلوں مربی سلسلہ

روبینہ چوہدری۔۔۔۔۔۔۔پیس ویلج سینٹر ایسٹ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آج جن پیاری ہستی کا ذکرِ خیر کرنے جا رہی ہوں وہ کہنے کو رشتہ میں میرے سُسر محترم لگتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیٹی بنا کر بیاہ کر گھر لائے اور تادمِ آخر بیٹیوں کی طرح ہی عزیز رکھا۔ ہمیشہ کہا کرتے آپ میری پانچویں بیٹی ہیں۔ آپ کو تو میری اُس وقت سے تربیت کا موقع ملا جب کہ ابھی میں چھوٹی تھی۔ آپ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو ہمارے گھر بھی تشریف لاتے۔ میرے والد اور والدہ سے بہت ہی پیار کا تعلق تھا۔ میں ناصرات کے لئے اپنی تیار کی ہوئی نظم، تقریر آپ کو سناتی، آپ درستگی کرواتے اور ہمیشہ بے حد حوصلہ افزائی کرتے۔

2002ء سے 2014ء تک، قریباً بارہ سال کا عرصہ خاکسار کو ابا جان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ کو میں نے بے حد ملنسار، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنے والا، بچوں سے بے انتہا محبت و شفقت کرنے والا، ہمیشہ انصاف پر مبنی بات کہنے والا، معاملہ فہم، عالم باعمل، بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والا پایا۔

آپ کو خلافت سے بے انتہا پیار تھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو چار خلفاء کرام کے زیرِ سایہ جماعتی خدمت کی توفیق عطا فرمائی، باقاعدگی سے حضورِ انور کو دعائیہ خط لکھا کرتے اور اپنی اولاد کو بھی اس بات کی تلقین کرتے۔ کبھی کبھی اس بات کا بہت خوشی سے اظہار فرماتے کہ خدا تعالیٰ نے چار خلافتوں (خلافتِ ثانیہ، ثالثہ، رابعہ اور خامسہ) کے زیر سایہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی۔ فالحمد اللہ علیٰ ذالک۔ اس بات کا خاص اہتمام کرتے کہ خطبہ جمعہ کے وقت سب افرادِ خانہ توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنیں اور خطبہ ثانیہ سننے کی طرف بھی توجہ دلاتے کہ یہ خطبہ کا حصہ ہے۔ پھر شام کو بچوں سے خطبہ جمعہ کے اہم نکات پر بات کرتے کہ آج کے خطبہ میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ اگر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دعا پڑھنے کی طرف توجہ دلائی ہوتی تو بچوں کو دہرواتے۔ وقتاً فوقتاً ہم سب بچوں کی روحانی تربیت کے لئے پروگرام بنا کر دیتے کہ اس ماہ آپ نے اتنی بار درود شریف روزانہ پڑھنا ہے، سورہ کہف اور ایک بار حقیقۃ الوحی پڑھنے کو کہا۔ پھر بچوں سے پوچھتے بھی کہ آپ اس پر عمل کر رہے ہیں۔

2014 میں پاکستان سے کینیڈا ہجرت کے وقت، جب میں اور والدہ صاحبہ مکرمہ محترمہ حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے گئے اور والدہ صاحبہ نے مرکز ربوہ سے دوری کا ذکر کیا تو حضرت سیدہ نے محترم والد صاحب کے لئے پیغام دیا کہ واقفِ زندگی تو ہمیشہ واقفِ زندگی ہی رہتا ہے آپ مولوی صاحب کو میرا پیغام دے دیں کہ وہاں جا کر اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کو اُردو زبان سکھا دیں اس وقت کی سب سے اہم ضرورت یہی ہے۔ اور پھر آپ نے کینیڈا آنے کے بعد جب تک صحت نے اجازت دی بچوں کی باقاعدہ کلاس لگاتے رہے۔ ہمیں بھی اِس طرف بار بار توجہ دلاتے کہ بچوں کو باقاعدگی سے اُردو لکھنے اور بولنے کی

مشق کرواتے رہا کریں۔ درثمین کے اشعار یاد کروانے کی طرف بہت توجہ دلاتے۔

نمازوں کو بہت خشوع و خضوع سے ادا کرتے اور جب نماز کی ادائیگی کرتے تو نہ کھانے کا فکر ہوتا نہ کسی اور چیز کا۔ قرآن کریم سے آپ کو بے حد محبت تھی، تلاوت بڑی پیاری قرأت سے کرتے۔ اکثر کبھی رات کو آنکھ کھلتی تو آپ کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہوتی یا آپ نفل پڑھ رہے ہوتے یا قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوتے۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو چھ سال افریقہ میں تبلیغِ دینِ حق کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور جہاں بھی جاتے آپ کے پیشِ نظر یہی بات ہوتی کہ خدا تعالیٰ کا پیغام اُن تک پہنچا دیں۔

اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں سے بے حد پیار کرتے اور بچے بھی اپنی ہر بات ابو جان سے کرتے خواہ انکی بات کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہوتی آپ پوری توجہ سے انکی بات سنتے۔ کبھی اُکتاہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ ہر نعمت پر خدا تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرنے والے اور اللہ تعالیٰ پر بے حد توکل کرنے والے تھے۔

29جولائی 2019ء کو آپ چند روز علالت کے بعد اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ ہمارے لئے شجرِ سایہ دار تھے جس کی چھاؤں میں ہم سب بچے آکر بے حد خوشی اور اطمینان محسوس کرتے۔ آپ ہمارے لئے دعاؤں کا انمول خزانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپکو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم سب کو اور ہماری آئندہ نسلوں کو آپ کی سب دعاؤں کا وارث بنائے اور آپکی نیکیوں کو جاری رکھنے والا بنائے۔ آمین۔

جوابات بوجھو تو جانیں

1) جھولا 2) بجلی کا پنکھا 3) کرسی میز

درد

بشریٰ حفیظ۔۔۔۔ایڈمنٹن ایسٹ جماعت

ایک تو ہے درد کا جس سے ذکر میں نے کیا
ورنہ راہِ درد میں تنہا سفر میں نے کیا

رنج و غم یاس والم سب کر دیے تیرے حضور
ساتھ اس کے بھیگتا دامن نذر میں نے کیا

تو خیالوں میں میرے رہتا ہے خوشبو کی طرح
رات کے پچھلے پہر تجھ سے ذکر میں نے کیا

نعمتیں جو ہوں عطا تو بھول نہ پاؤں تجھے
اس بھرے میلے میں بس یہی فکر میں نے کیا

طے کیا ایسے اندھیروں سے اجالوں کا سفر
جب حریم قدس کو تھا راہبر میں نے کیا

جانتا ہے تو کہ کتنے زخم تھے دل میں نہاں
زندگی کو پھر بھی تھا ہنس کر بسر میں نے کیا

دیکھے صحرا کے بگولوں میں جو زرے ناچتے
ایک اس لمحے میں صدیوں کا سفر میں نے کیا

میں نے جلتی ریت کے نیچے نمو کو دیکھ کر
ایک نظارہ تھا قدرتِ تام کا میں نے کیا

نزلہ زکام کو دور کرنے کے لیے مفید قہوہ

امتہ السلام انور۔۔۔۔۔۔۔کیلگری کینیڈا

ترکیب: قہوہ

اشیاء. ادرک ایک انچ چھیل کر کاٹ لیں

دار چینی ایک پیس

چھوٹی الائچی ایک عدد

بڑی الائچی آدھی

سونف آدھی ٹی سپون

لونگ ایک عدد

پودینہ پانچ پتے

گڑ پیسا ہوا دو چائے کے چمچ یا حسب زائقہ

ترکیب :چھ کپ پانی ایک سٹیل کے پین میں لیں اس میں مندرجہ بالا سبھی اشیاء ڈال کر دس پندرہ منٹ تک ڈھک کر ابال لیں تا کہ اچھی طرح تمام اشیاء کا اثر پانی میں رچ جائے۔اب اسے چھان لیں۔

ایک کپ قہوہ میں چند قطرے لیموں شامل کر کے پئیں۔

نوٹ: گڑ کی بجائے نمک یا چینی یا شہد بھی حسب خواہش استعمال کر سکتے ہیں !

آپ کے لئے کچھ خاص

خوبصورتی ایک ایسی شے ہے جس کی پسندیدگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا خوبصورتی سب کو بھاتی ہے، چاہے وہ چاندنی رات کی ہو یا کسی شخصیت کی۔

لیکن کسی شخص کی خوبصورتی اس بات میں نہیں کہ وہ پُر کشش ہو بلکہ انسان اپنے اعلیٰ اور خوبصورت اخلاق کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔

- محبت نماز سے ہو تو ذریعہ نجات بن جاتی ہے
- محبت مذہب سے ہو تو دین بن جاتی ہے
- محبت اُستاد سے ہو تو کامیابی و کامرانی بن جاتی ہے
- کوئی غلطی ہو جائے تو معافی مانگنے میں دیر نہ کرو اور کوئی معافی مانگنے آئے تو معاف کرنے میں دیر بھی نہ کرو۔

شادی مبارک

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے مورخہ 13 نومبر 2021 کو محترمہ طاہرہ مسرت صاحبہ (مجلس کیلگری نارتھ ویسٹ) کے چھوٹے صاحبزادے عزیزم ساحل احمد کی ولیمہ کی تقریب منعقد ہوئی۔

محترمہ احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت اور با ثمر ہونے کی درخواست کرتی ہیں۔

تیار کردہ: طاہرہ نسیم۔۔۔ریکسڈیل ساؤتھ

صفحہ ناصرات

وفادار گھوڑا

عربی نسل کے گھوڑے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہ دیگر خوبیوں کے علاوہ مالک کے بھی بہت وفادار ہوتے ہیں۔ عرب اپنے گھوڑوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عرب کے پاس بہت اچھا گھوڑا تھا۔ وہ کسی کام سے اپنے قبیلے سے کہیں دور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ چند دن رہنے کے بعد وہ واپس ہوا تو اپنا راستہ بھول گیا اور ایک ایسے قبیلہ کے پاس سے گزرا جو ان کا دشمن تھا۔ اس قبیلہ والوں نے اُسے پکڑا لیا اور اس کو رسّیوں میں جکڑ دیا اور اس کے گھوڑے کو بھی کچھ دور باندھ دیا۔

یہ عربی شخص اپنے آپ کو رسّیوں سے چھڑا نہ سکتا تھا۔ عربی کا گھوڑا اس کی جان بچانا چاہتا تھا۔ جب کافی رات گزر گئی اور سب لوگ سو گئے تو گھوڑے نے اپنے رسّے کو اپنے دانتوں سے کاٹا اور اپنے مالک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جکڑا ہوا تھا۔ گھوڑے نے اسکی رسی کو منہ میں لیا۔ مالک کو رسیوں سمیت اُٹھایا اور سرپٹ اپنے گھر کی طرف بھاگنے لگا۔ حتیٰ کہ بغیر رُکے وہ صبح تک اپنے مالک کو لے کر اپنے گھر پہنچ گیا۔ لیکن گھوڑا اتنا تیز دوڑا تھا کہ بھوک اور تھکاوٹ کی وجہ سے گھر کے صحن میں داخل ہوتے ہی اپنے مالک کو رکھا، گرا اور مر گیا۔

اس طرح گھوڑے نے اپنے مالک کی جان بچانے کے لیئے اپنی جان دے دی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے گھوڑوں کی پیشانی پر قیامت تک برکت رکھ دی گئی ہے۔

بوجھو تو جانیں

- بیٹھ کے پکڑے دائیں بائیں
  آگے پیچھے آئیں جائیں
- ایک جگہ پر چکر کھائے
  وہ آگے نہ پیچھے جائے،
  اسی کا چلتا سب کو بھائے،
  جیسی چاہو چال دکھائے
- ٹانگیں چار مگر بے کار چلنا پھرنا بھی ہے دشوار

صحیح جگہ پر کار کھڑی کرنے کے لئے راستہ بنائیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

'Our Lord, grant us of our wives and children the delight of our eyes, and make us a model for the righteous.

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی

Nikah is my Sunnat

نکاح میری سنت ہے

Looking for a Rishta?

کیا آپ رشتہ کی تلاش میں ہیں ؟

We can help!

Department of Rishta Nata is here to help you find a suitable match. Contact us or visit our website to submit your application.

شعبہ رشتہ ناطہ آپکی مدد کر سکتا ہے

آج ہی رشتہ ناطہ کی ویب سائیٹ پر اپنے

کوائف کا اندراج کریں۔

Our website is:

~SIMPLE ~SECURE ~CONFIDENTIAL

For more information please contact us.

info@rishtanata.ca

1-855-5RISHTA(74-7482)

WWW.RISHTANATA.CA

IMPORTANT TAJNEED CHANGES

If you have recently moved, please provide us with your new address.

Please complete this link to update your address with Jama'at:

https://www.ahmadiyya.ca/form/request-change-address

If your phone number or email has changed, please provide us with your new details at:

https://www.ahmadiyya.ca/member/update-email-phone

If you have recently had a baby, please register your newborn online to receive their Tajnid member code:

https://www.ahmadiyya.ca/member/form/new-born-registration

تجنید میں تبدیلیاں

گھر کی تبدیلی

- اگر آپ نے حال ہی میں اپنا گھر تبدیل کیا ہو۔ تو جماعت کو اپنے نئے گھر کے پتہ کے متعلق بتانے کے لیئے درج ذیل ویب لنک کے ذریعہ اطلاع دیں۔
- https://www.ahmadiyya.ca/form/request-change-address

رابطہ کی معلومات

- اگر آپ کا فون نمبر یا ای میل بدل گیا ہو تو جماعت کو اپنی نئی معلومات کے بارے میں درج ذیل ویب لنک کے ذریعہ اطلاع دیں۔
- https://www.ahmadiyya.ca/member/update-email-phone

نومولود کی رجسٹریشن

- اگر حال ہی میں آپ کے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو اُس کے نام کا جماعت میں اندراج کروانے کے لیئے اور نیا ممبر کوڈ لینے کے لیئے درج ذیل ویب لنک پر اطلاع دیں۔
- **https://www.ahmadiyya.ca/member/form/new-born-registration**